جلد 26 شمارہ 9 ماہ ستمبر 2024ء ربیع الاول 1446ھ
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا
صداقت
اللّٰہ
محبت
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
ماہنامہ
فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ما سواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت گوجرانوالہ

فلاحِ آدمیّت

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران وسرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری 0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ 30/- روپے — سالانہ فنڈ 300/- روپے

اس شمارے میں

مضمون	مصنف	صفحہ نمبر

سلسلہ عالیہ توحیدیہ
اللہ تبارک وتعالیٰ کے قرب ورضا کی خاطر،
تزکیہ نفس، تزکیہ قلب اور ولولہ تازہ کے حصول کے لیے اجتماع
کی فکر انگیز مجالس میں اہتمام کے ساتھ شرکت فرما کر انوار و برکات سے مستفیض ہوں۔
آپکو شرکت کی پر خلوص دعوت ہے
سلسلہ عالیہ توحیدیہ
کا اصلاحی وتربیتی، روح پرور، عظیم
سالانہ اجتماع
25-26 اکتوبر 2024ء
بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ کو منعقد ہوگا
مرکز تعمیر ملت وحید کالونی، کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
0303-0466321, 03246075313, 0300-7374750

دل کی بات

اللہ کے اس احسان عظیم کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب، رحمتہ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا امتی بنایا۔ ماہِ ربیع الاول کی آمد سے ہی عالم اسلام میں میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے خوب جوش وخروش نظر آتا ہے۔ الحمدللہ ہر طرف درودوسلام کی صدائیں بلند ہوتی ہیں، نعت خوانی، نعتیہ مشاعرے اور سیرت طیبہ ﷺ کی مبارک محافل کا انعقاد ہوتا ہے۔ ایصال ثواب کے پروگرامات ہوتے ہیں، خوب مہمان نوازی ہوتی ہے۔ معاشرہ کے ہر طبقہ سے چھوٹے بڑے، مردوخواتین سب شمع رسالت ﷺ کے پروانے سرورکائنات، فخر دوعالم ﷺ کی ذات اقدس سے سارا مہینہ والہانہ محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور کرنا بھی چاہئے۔ آخر کیوں نہ ہو؟ ہر مسلمان کی آپ ﷺ سے ایک پختہ، گہری اور غیر متزلزل وابستگی ہے جس میں وقت کے ساتھ اضافہ اور اسی مناسبت سے اس کا اظہار بھی ہوتا رہے گا ان شا اللہ۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں والہانہ محبت، عقیدت ووابستگی کے جذبات واحساسات ہوں وہاں اسی قدر ذمہ دارانہ رویہ، دوراندیشی اور حکمت وبصیرت سے حالات وواقعات کو مثبت رخ پر قائم رکھنا بھی از حد ضروری ہوتا ہے۔ خیر وشر کی قوتیں ہمیشہ ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ مذہبی موضوعات میں تو بالخصوص فکری وعملی انتشار کے امکانات قدرے بڑھ جاتے ہیں۔ کوئی بھی شعلہ بیاں مقرر، خوش الحان نعت خواں، یا خوش کلام شاعر کچھ بھی سنا سکتا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی سے تو جاہل منچلوں ومراہیوں تک کو خاصا اثر رسوخ حاصل ہے۔ ہر توحیدی سالک کے افکار ونظریات بالخصوص عقیدۂ توحید ورسالت بالکل واضح اور کسی قسم کے شکوک وشبہات یا الجھاؤ سے پاک رہنا ہی اس کے بہترین مفاد میں ہے۔

اقوام عالم نے سب سے پہلے عقیدۂ توحید ورسالت پر وار کیا۔ انبیاء اور مصلحین کو خدا بنایا، خدا کا بیٹا بنایا، ان کے بت بنا کر ان کی پوجا کی، خدا کی دیگر مخلوقات کی پوجا کی۔ دور کیوں جائیں مسلمانوں میں بھی ایسے عقائد کے لوگ موجود ہیں۔ ہمارے درمیان ایسے فرقے اور گروہ موجود ہیں جن کا طرز عمل دیگر اقوام عالم سے کسی طرح مختلف نہیں، خود تصوف میں قبر پرستی، پیر پرستی اور دیگر مشرکانہ حرکات کی بات بھی کیا کریں، ایسے لوگ موجود ہیں جو وحدت الوجود کے نام پر اپنے خدا ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

خالق ومخلوق کا فرق اٹل حقیقت ہے۔ ہمیں اس میں کسی قسم کے شک وشبہ یا ابہام کو کسی صورت بھی جگہ نہیں دینی چاہئے۔ عقیدہ رسالت ہمارے محسن ومرشد بانی سلسلہؒ نے بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

> محمد ﷺ اللہ کے بندے اور سچے اور آخری رسول اور نبی ہیں۔ حضور ﷺ ایک مکمل ترین انسان تھے۔ دنیا میں جتنے انسان اب تک گزرے ہیں، اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے حضور اقدس ﷺ تمام نیکیوں اور خوبیوں میں ان سے کہیں برتر اور افضل تھے۔ حضور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور حضور ﷺ کا اخلاق تمام نقائص سے بالکل پاک تھا۔

ہمیں سلسلہ توحیدیہ میں شمولیت کے پہلے دن سے قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کی صحبت میں اور اب شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی کی وعظ ونصیحت کی ہر محفل میں یہی پیغام ملتا ہے کہ مراتب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہمیں سب سے زیادہ محبت اللہ سے، اس کے بعد آپ ﷺ سے اور اس کے بعد اپنے شیخ سلسلہ سے کرنی ہے اور اس محبت کو ہمیشہ بڑھاتے رہنا ہے۔ قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کی کتب میں جگہ جگہ تحریر ہے کہ کسی بھی بزرگ کا کوئی قول، فعل یا حرکت حضور اقدس ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے جس قدر مختلف ہے وہ اس بزرگ کی اسی قدر خامی ہے۔ کامیابی کی ضمانت اور سند آپ ﷺ کا نقش پا ہے جس کی پیروی ہمیشہ لازم ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کو خود اللہ نے مومنین کے لئے رؤف ورحیم فرمایا ہے، سراج منیر فرمایا ہے۔ آپ ﷺ ہمیشہ کے انسانوں کے لئے نور ہدایت ہیں۔ آپ ﷺ ہی کے نور مبارک سے سارا جہاں منور ہوا۔ ہر دور میں جہالت وگمراہی نے آپ ﷺ کے نور سے ہی مٹ جانا ہے۔ فلاح دارین میں کامیابی کی ضمانت آپ ﷺ ہی ہیں۔ آپ ﷺ سے محبت کا اولین تقاضا آپ ﷺ کی محبت سے بھر پور اطاعت ہے۔ صحیح معنوں میں اگر صرف اپنے لئے دیکھا جائے تو ہم توحیدی دیدار ذات باری تعالیٰ کو نصب العین بنا کر نکلے ہیں تو اس کا تقاضا یہی ہے کہ ہمارے لئے کوئی مخصوص دن، مہینہ، سال کوئی خاص معنی نہیں رکھتا، ہماری ہر رات شب قدر اور ہر دن عید میلاد النبی ﷺ ہونا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور ﷺ کے نقش قدم پر چلنے اور اس پر ہمیشہ قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والسلام!

سید رحمت اللہ شاہ

پیامِ قرآن

اتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِنَّ الصَّلَاةَ تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ. (سورۃ العنکبوت ۲۹۔آیت ۴۵)

(اے نبی ﷺ) تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمہاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو، یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے بھی زیادہ بڑی چیز ہے، اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا. (سورۃ الاحزاب ۳۳۔آیات ۲۱)

درحقیقت تم لوگوں کے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں ایک بہترین نمونہ تھا، ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا. (سورۃ الاحزاب ۳۳۔آیت ۳۵)

بالیقین جو مرد اور عورتیں مسلم ہیں، مومن ہیں، مطیع فرمان ہیں، راست باز ہیں، صابر ہیں، اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں، صدقہ دینے والے ہیں، روزے رکھنے والے ہیں، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے ہیں، اللہ نے ان کے لئے مغفرت اور بڑا اجر مہیا کر رکھا ہے۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے مؤذن (بلالؓ) نے ظہر کی اذان دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ٹھنڈا کر، ٹھنڈا کر، یا یہ فرمایا کہ انتظار کر، انتظار کر اور فرمایا کہ گرمی کی تیزی جہنم کی آگ کی بھاپ سے ہے۔ اس لئے جب گرمی سخت ہو جائے تو نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو، پھر ظہر کی اذان اس وقت کہی گئی جب ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لئے۔

(کتاب اوقات الصلوۃ، صحیح بخاری)

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ دوپہر کی نماز جسے تم 'پہلی نماز' کہتے ہو سورج ڈھلنے کے بعد پڑھتے تھے۔ اور جب عصر پڑھتے اس کے بعد کوئی شخص مدینہ کے انتہائی کنارہ پر اپنے گھر واپس جاتا تو سورج اب بھی تیز ہوتا تھا۔ مغرب کے وقت کے مطابق راوی نے جو فرمایا وہ بیان کرنے والے کو یاد نہیں رہا۔ اور عشاء کی نماز جسے تم 'عتمہ' کہتے ہو اس میں دیر کو پسند فرماتے، اور اس سے پہلے سونے کو اور اس کے بعد بات چیت کرنے کو ناپسند فرماتے اور صبح کی نماز سے اس وقت فارغ ہو جاتے جب آدمی اپنے قریب بیٹھے ہوئے دوسرے شخص کو پہچان سکتا اور صبح کی نماز میں آپ ساٹھ سے سو تک آیتیں پڑھا کرتے تھے۔

(کتاب اوقات الصلوۃ، صحیح بخاری)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس کی نماز عصر چھوٹ گئی گویا اس کا گھر اور مال سب لٹ گیا۔

(کتاب اوقات الصلوۃ، صحیح بخاری)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ عصر کی نماز جلدی پڑھ لو کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے عصر کی نماز چھوڑ دی، اس کا نیک عمل ضائع ہو گیا۔

(کتاب اوقات الصلوۃ، صحیح بخاری)

شاعرانہ کلام

(قاری محمد ممتاز شامی)

یہ ہے نورانی کلمہ بھائی اس کو تو ورد بنا

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

اس کے سوا نہیں معبود برحق بس ایک اللہ ہے معبود برحق

محمد ﷺ ہیں اس کے پیارے رسول یہی تو کہتا جا

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

ذکر خدا سے تو برکت ملے گی ذکر نبی ﷺ سے بھی رحمت ملے گی

صبح و مسا لب پہ جاری رہا تو راضی ہو گا خدا

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

فرصت کے لمحات میں یاد رکھنا ہم نے وظیفہ ہمیشہ ہے کرنا

دلوں کی یہ کھیتی ہو آباد مولا ایسا دل میں بسا

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

وقت نزع جب ہو جانے کی باری یہ دنیا جہاں چھوڑنے کی تیاری

یہ کلمہ نبی ﷺ کا ہماری پناہ ہے اور ہماری بقاء

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

خدا کے نبی ﷺ نے یہ کلمہ سکھایا بخشش کا اپنی وسیلہ بنایا

یہ کلمہ قبر میں حشر میں ہو ہمدم شامی کی ہے دعا

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆　ایک حلقہ میں مریدین سلسلہ کی طرف سے حلقہ ذکر میں شمولیت کو موبائل پیغام سے مشروط کردینے پر بات ہوئی تو فرمایا:

پہلے یہ حلقے پر ویسے جاتے تھے، اب یہ Message پر جائیں گے، Message کے بغیر نہیں جائیں گے۔سبحان اللہ. یہ ذمہ دار لوگ ہیں جو کہہ رہے ہیں کہ تم نے مجھے Message نہیں کیا۔سبحان اللہ.

یہ بات پہلے صرف لاہور میں تھی کہ بھائی بہت دور دور رہتے ہیں انہیں بتایا جاتا تھا کہ آج حلقہ فلاں جگہ ہوگا تب جا کے کہیں بھائی اکٹھے ہوتے ہیں۔ یہ صرف اُن کا کام تھا، باقی اور کہیں بھی نہیں ہوتا تھا۔(ایک حلقہ سے محفل میں شریک بھائی سے پوچھا: آپ کرتے ہیں یہاں؟ انکار میں جواب ملا تو فرمایا کہ یہاں بھی کوئی نہیں کرتا۔(ایک دوسرے حلقہ میں خادم حلقہ سے پوچھا کہ) آپ کے ہاں میسج ہوتا ہے؟ انہوں نے میسج کرنے کا بتایا اور اس کی وجہ بھی بتائی۔اس پر فرمانے لگے:

اچھا جی! یہ وقت ہے، یہ بھی گزر جائے گا۔ یہ لوگ اس وقت کو یاد کریں گے۔ یہ وقت پھر نہیں آئے گا۔ جب یہ وقت گزر جائے تو پھر واپس نہیں آتا۔ ہماری حالت پر اللہ اپنا فضل فرمائے۔

☆　شرم و حیا کے حوالے سے بات ہوئی تو فرمایا:

شرم ہر ایک میں ایک حد تک ہونی چاہئے۔ جو بہت زیادہ شرم حیا کرتا ہے وہ بیچارہ

پھر صحیح طریقے سے بول بھی نہیں پاتا ۔ ویسے ہی الگ سارخ کر کے رہ جاتا ہے۔ اگر یہ شرم حیا نہ ہو تو پھر آدمی واقعی بے شرم، بے حیا ہو جاتا ہے۔ اس لئے شرم حیا ضروری ہے۔ یہ ہونی چاہئے لیکن ایک حد تک۔ ایک حد سے آگے پھر وہ ایک تکلیف ہوتی ہے۔ یہ لطیفہ ہے یا جو کچھ بھی ہے لیکن یہ ہے ایک بہت اچھی چیز۔ اس میں شرافت کا معیار ہے۔ حیا بڑی ضروری چیز ہے۔ حیا نصف ایمان ہے۔

جو شرماتے رہتے ہیں یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے لیکن کسی کی عادت ہوتی ہے ایسی کہ وہ شرماتا ہے بس، بولتا نہیں ہے۔ شرم و حیا یہ دونوں چیزیں لازم و ملزوم ہیں یہ ہوں تو یہ اچھی چیز ہیں۔

☆ ہمارے لئے تو ہر بات میں اپنی اصلاح کرنے کی گنجائش موجود ہے۔ ہمارے ہر عمل میں۔ اصلاح ہی وہ چیز ہے جو آپ کا درجہ، آپ کا مقام اونچا کرتی ہے۔ اپنی اصلاح بہت ضروری ہے۔ اگر میں اکڑفوں ہوں، کسی سے بات کرنا ہی پسند نہیں کرتا اور میں کہتا ہوں کہ مجھے کشف ہونے لگ گیا ہے اور میں بہت بڑا ولی اللہ بن گیا ہوں تو یہ ولی اللہ نہیں، ولی الشیطان ہوتا ہے۔ یہ جو اکڑفوں ہوتی ہے یہ ولی الشیطان والی ہوتی ہے۔ اس لئے عاجزی اور انکساری، صبر اور برداشت یہ وہ چیزیں ہیں جو آپ کا مقام بلند کرتی ہیں۔ یہ اپنے اندر پیدا کرو۔

☆ انصاری صاحبؒ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ تکبر ایسی بیماری ہے کہ جس آدمی میں ہوتی ہے اسے خود پتا نہیں چلتا کہ مجھ میں تکبر ہے۔ یہ بڑی خطرناک بات ہے۔ انسان کو پتا ہی نہ ہو اور وہ ایک بیماری کا مریض بنا ہوا ہو تو ایسے میں بھائی ایسے آدمی کے پاس آئیں جائیں، وہ ان پر اپنی عادتیں اوپر سے ڈالنے کی کوشش کریں، اس کے سامنے جو باتیں ان کو نظر آئیں اور وہ اس کی برائیاں بیان کریں تو آہستہ آہستہ وہ چیز اس میں سے اللہ میاں ختم کر دیتا ہے۔ بس اُس کے علم میں یہ چیز بڑے پیار سے لانی پڑتی ہے کہ بھئی آپ اس بیماری میں مبتلا ہیں، اللہ کے لئے اپنے آپ کی اس سے جان چھڑائیں۔ اللہ اگر مہربانی کرے، اللہ اگر چاہے تو اس سے اس کی جان چھوٹ جاتی ہے۔ ورنہ شیطان کسی صورت میں چھوڑنے والا

نہیں ہے۔یہ بیماری انسان کوجس کولاحق ہوتو اسے خود پتا نہیں ہوتا۔اس لئے بھائیوں کا فرض بنتا ہے کہ جس میں ایسی بیماری دیکھیں، اُس کو کسی اچھے طریقے سے، اچھے انداز سے اس کے علم میں یہ بات لے آئیں کہ آپ میں یہ بیماری ہے اس کو دور کرلیں۔یہ ضروری ہے۔

☆ انصاری صاحبؒ کی ہر بات عمل کے حساب سے ہے۔توحیدیہ سلسلے کا سلوک طے کرنے کا سلیبس تین مہینے کا دیا ہے۔یہ معیاراُن (انصاری صاحبؒ) کا ہی ہے۔ہم تو تمیں تمیں سال گزارنے کے بعد اُس معیار پر نہیں پہنچ سکے۔

کسی توحیدی کا عمل جو ہے وہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں ہے کہ اس کا کوئی بھی عمل ہو اس میں اللہ اس کے دماغ سے غائب نہ ہو۔نماز پڑھ رہا ہے تو اس میں بھی وہی ہے۔ اللہ اکبر کیا، تکبیر تحریمہ پڑھی اور جب تک سلام پھیرا تو اس کے درمیان میں ادھر اُدھر اس کا دھیان نہیں گیا۔پڑھا جو بھی ہے مگر اللہ اس کے ذہن سے غائب نہیں ہوا۔اگر روزہ رکھا ہے تو اس کے دل میں ہے کہ میں اللہ کی سنت ادا کر رہا ہوں۔میں اس وقت روزے سے ہوں، اللہ کی سنت ادا کر رہا ہوں۔حج کرے، زکوٰۃ دے تو خالص اللہ کے لئے، کسی سے بات کرے تو خالص اللہ کے لئے، کوئی بھی کام ہو، پاس انفاس اگر وہ باقاعدہ کرتا ہے تو اس کی یہ ساری چیزیں صحیح ہوسکتی ہیں۔اگر پاس انفاس صحیح نہیں ہے تو ان میں سے کوئی بھی چیز صحیح نہیں ہوسکتی۔

پاس انفاس یہ ہے کہ ایک لمحہ بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو۔آپؒ نے فرمایا کہ میں نے نہ تو زیادہ کہیں نمازیں پڑھی ہیں، نہ لمبے چوڑے ذکر کیے ہیں، اور نہ کوئی اور چیزیں کی ہیں لیکن ایک بات پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ میں اللہ کو ایک لمحے کے لئے بھی نہیں بھولا۔ اب یہ بات کون پیدا کرے؟ یہ بات پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

کوشش یہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ایک لمحے کے لئے بھی آنکھ سے اوجھل نہ ہو۔پھر بات بنے گی۔توحیدیہ سلسلے میں عبادات میں، کسی توحیدی کے اعمال میں اور کسی غیر توحیدی کے اعمال میں یہی فرق ہے کہ ہم جو نماز پڑھیں تو وہ خالص اللہ کے لئے ہوتی ہے اور اللہ ہی ہمارے ذہن میں ہوتا ہے۔باقی شرعی نمازیں جو ہم نے رکوع سجود وغیرہ کرتے ہیں تو یہ کرنے سے نماز ہو جاتی ہے لیکن وہ نماز نہیں ہوتی جسے اللہ میاں نے کہا کہ اگر ایک نماز بھی کسی نے

پڑھ لی تو وہ جنت کا حق دار ہو گیا۔ یہ نماز وہ ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ ایک لمحے کے لئے بھی غائب نہ ہو، اللہ سامنے ہو۔

کوشش کرنے سے یہ سب کچھ ہو جاتا ہے۔ ہم کوشش نہیں کرتے۔ کوشش ہی نہیں کر پاتے۔ ہماری مصروفیات بہت ہیں، ہمارے دنیا کے کام کاج ہمیں بری طرح گھیرے ہوئے ہیں۔ جہاں اتنی ساری اور مصروفیات ہوں وہاں ایسے اللہ اللہ کہاں ہو سکتی ہے جیسے انصاری صاحب کی خواہش تھی۔ انہوں نے تو یہی چیزیں مدنظر رکھ کر تین مہینے کا کورس دیا کہ تین مہینے میں اللہ آپ کے سامنے ہوگا۔ بتائیں کس کے سامنے آیا تین مہینے میں اللہ میاں؟ بہر حال یہ بات جو ہے یہ اپنی جگہ ہے۔ اب عمل کرنے کا کام بھائیوں کا ہے۔ کوئی اگر عمل کرے تو اس کو معلوم ہو جائے گا کہ یقیناً باباجیؒ نے یہ کوئی غلط بات نہیں کی۔ یقیناً ہو سکتا ہے۔ عمل نہیں کیا تو پھر اللہ میاں مہربانی تو بہت کرتا ہے مگر وہ بات جو رخ سے پردہ ہٹانے والی ہے وہ مشکل ہے۔ وہ سامنے ایسے نہیں آتا۔

☆ اذان میں اشھد اللہ الہ الا اللہ اور اشھد ان محمد الرسول اللہ کے حوالے سے بات ہوئی تو فرمایا:

یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس میں ایک بات پکی ہے کہ انسان اپنے دل میں سچ جانتے ہوئے گواہی دیتا ہے کہ یہ جو کچھ کہہ رہے ہیں یہ سو فیصد سچ ہے، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔ اپنے اندر بھی جو ہے اس بات کو Recognize کریں کہ یہ جو کچھ فرما رہا ہے میں جانتا ہوں کہ یہ سب سچ ہے۔ اگر یہ کریں گے تو اور مزا آئے گا۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲۵ جون ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ ایک بھائی نے مقامی سطح پر اکیلے ہونے کی بات کی اور کسی حلقے میں شامل ہو کر بھائیوں کے ساتھ ذکر کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا:

انسان کا توحیدی مزاج ہو، اللہ پر اس کو یقین ہو، اور اللہ اللہ کرنے کا اُسے شوق ہو تو اکیلے کی کیا بات ہے۔

دل میں ہو یاد تیری گوشہ تنہائی ہو
پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

آپ پھر وہ انجمن آرائی بنائیں۔ پہلی بات تو یہ ہے۔لیکن ہمارا چونکہ یہ مسلک نہیں ہے۔ہم لوگ Social ہیں بلکہ ہم کوشش کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک دو آدمی اور رہوں، دو چار رہوں، چھے ہوں، ہمارا حلقہ بنے اور ہم مل کے ایک دوسرے کے ساتھ لوگوں کی خدمت کریں۔ہمارا جو مشن ہے وہ یہ ہے۔سب سے پہلی بات یہ ہے کہ آپ اللہ اللہ خوب کریں۔اللہ سے بالکل غفلت آپ کے ہاں نہیں ہے۔یہنا قابل معافی ہے۔وہ نہ کریں۔اور اللہ تعالیٰ آپ کو اس قابل بنائے تو آپ اپنے ساتھی بنائیں تا کہ آپ کا بھی وہاں حلقہ بنے، گروپ بنے اور آپ یہ شوق سے کہہ سکیں کہ میں اکیلا نہیں ہوں، میرے پاس تو دس پندرہ آدمی ہیں۔ہم اکٹھے بیٹھے ہیں۔ایسا اپنے لئے حلقہ بنائیں۔اس ضمن میں آپ اگر کسی سے مدد لینا چاہیں تو لیں۔مہینے میں ایک آدھ دفعہ (ایک بھائی کا نام لیا) یہ ایک دو آدمیوں کو ساتھ لے کے آجایا کریں گے۔وہاں ذکر کرلیا کریں گے۔آپ کی حوصلہ افزائی بھی ہو جائے گی اور آپ کے ہاں حلقہ بھی جلدی بن جائے گا۔اور کسی کو دعوت دینا چاہیں تو ان کو دعوت دے دیں۔ایسے میں آپ کا شغل میلہ بھی بن جائے گا اور آپ کی اپنی بھی ترقی خوب ہوگی اور آپ کا وہاں حلقہ قائم ہونے سے آپ کا یہ اکیلا پن بھی ختم ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ ۔اگر آپ کو یہ احساس ہو گیا ہے تو اپنے اس احساس سے ہی فائدہ اٹھائیں اور اپنے لئے وہاں خود حلقہ بنائیں۔

☆ کسی بھائی نے دعا کا کہا تو اس پر فرمایا:

ایک دفعہ محفل جمی ہوئی تھی تو انصاری صاحبؒ سے میرے سامنے ایک پیر بھائی جنہیں کوئی بیماری تھی انہوں نے کہا کہ میرے لئے آپؒ دعا کریں۔آپؒ نے اسے کہا کہ یار یہ بیماری آپ کو ہے یا مجھے؟ انہوں نے کہا کہ جی مجھے۔آپؒ نے پھر کہا کہ اسے دل سے آپ محسوس کرتے ہیں یا میں؟ انہوں نے کہا کہ میں۔پھر فرمایا کہ آپ کے خیال میں اللہ تعالیٰ اُس دعا کو قبول کرتا ہے جو دل کی گہرائیوں سے ہو تو ایسی دعا آپ اپنے لئے کر سکتے ہیں یا

میں؟ اس پیر بھائی نے کہا کہ میں۔تو پھر کہا کہ کرو۔اپنے لئے کیوں دعا نہیں کرتے؟ یہ انصاری صاحبؒ کی باتیں ہیں۔

انہوں نے کہا کہ تم خود اپنے لئے دعا کرو۔تم اس قابل ہو۔اللہ پر تمہارا یقین ہے۔یہ یقین ہے اللہ پر کہ وہ سنتا ہے، دیکھتا ہے، اُسے سب کچھ معلوم ہے اور آپ کی تکلیف میں، آپ کی خوشی میں شریک ہے، تو وہ ضرور آپ کی بات سنے گا۔دل کی گہرائیوں سے کرو دعا۔تو یہ باتیں ہیں۔

دعا میں بھی کروں گا۔ ان شاء اللہ۔میں دعا کا منکر نہیں ہوں۔دعا سب کے لئے کرتا ہوں اور سب کے لئے کرتا رہوں گا مگر آپ لوگ کسی پر Depend (انحصار) نہ کریں۔ہم نے تو **ایاک نعبد و ایاک نستعین** پڑھا ہے ناں۔اس پر یقین کریں۔

ہمارے باباجیؒ (انصاری صاحبؒ) ایک مرتبہ اس طرح محفل میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک کہنے لگے۔مت پڑھا کرو **ایاک نعبد و ایاک نستعین**۔دل میں **ایاک نعبد و ایاک نستعین** پڑھتے ہو اور ذرا سی تکلیف ہوتی ہے تو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہو۔دوسروں سے مدد کی درخواستیں کرتے ہو۔یہ کہاں کی منافقت ہے؟ جب تم نے اللہ کو کہہ دیا کہ میں تمہارے سوا نہ کسی کی عبادت کروں گا، نہ کسی سے ڈروں گا، نہ توقع رکھوں گا تو پھر اس پر قائم رہو۔یا یہ کرو یا پھر **ایاک نعبد و ایاک نستعین** پڑھنا چھوڑ دو۔کہا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایمان اپنا پختہ کرنا شروع کریں، آپ ایسے خوشحال ہو جائیں گے، ایسے Independent (خودمختار) ہو جائیں گے کہ آپ کبھی محسوس بھی نہیں کریں گے کہ میں ایک ہوں یا میرے ساتھ دوست ہے۔اللہ جس کے ساتھ ہے اسے کسی اور کی کیا ضرورت ہے؟ یہ اپنا یقین بنائیں۔سارے بھائی یہ یقین بنائیں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے اس لئے ہمیں اپنی مدد کے لئے کسی اور کی ضرورت نہیں ہے، البتہ ہم مخلوق خدا کی خدمت کے لئے کسی کی مدد بھی حاصل کر سکتے ہیں۔اپنی بھی محنت کر سکتے ہیں۔لیکن اللہ پر اپنا یقین بڑھائیں۔یہی ہمارا مشن ہے۔

☆ ذکر نہ کرنے والوں کی بات ہوئی تو فرمایا:

قرآن میں کہا ہے کہ جو میرے ذکر سے اعراض برتے گا تو اس کے دنیا کے رزق میں تنگی اور آخرت میں اس کو سخت عذاب کی طرف پھیر دیا جائے گا۔ یہی آیت باباجیؒ نے 'تعمیر ملت' میں بھی Quote کی ہے۔ اس کے علاوہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے زندہ اور نہ کرنے والا ایسا ہے جیسے مردہ۔ تو جو آدمی زندہ رہنا چاہتا ہے اس کے لئے ذکر ضروری ہے۔ قرآن میں جہاں جہاں بھی ذکر کا لفظ استعمال ہوا ہے کرنے کا وہاں سارا امر کا صیغہ استعمال کیا ہوا ہے۔ ذکر کرنا تو جیسا ہم پر فرض ہے۔ بیعت ہونے کے بعد تو پھر یہ دوہرا فرض ہو جاتا ہے کہ اب آپ نے جو وعدہ کر دیا ہے اسے بھی پورا کرنا ہے۔ ذکر تو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہر لحاظ سے، یہاں کے لحاظ سے بھی اور آخرت کے لحاظ سے بھی ذکر ہمارے لئے Important (اہم) ہے اور یہ ضروری بھی ہے۔

☆ اللہ کی محبوب تو حضور اقدس ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اس سے اگر آپ درود شریف نہ پڑھ کر دوری کا اظہار کریں گے تو ظاہر ہے پھر آپ سے ہمارا پیار نہیں رہ سکتا یا اس میں کمی ہو جائے گی۔ یہ Main سی بات ہے۔ اور ذکر کرنے سے یہ جو جوش و خروش ہوتا ہے وہ ہونے کے باوجود بھی اُس کا آپ نے اظہار نہیں کرنا۔ اس کا وہ رعب اور دبدبہ جو ہے وہ ظاہر نہیں کرنا کہ میں ذکر کرتا ہوں، اب میں یہ کرتا ہوں۔ (بات جاری تھی جو مواصلاتی رابطہ منقطع ہونے سے مکمل طور پر سنی نہ جا سکی)

☆ صحیح طریقے کا خیال رکھتے ہوئے ہمیں اللہ کی یاد، اللہ کا ذکر اسی نظام کے تحت ہمیں پورے شوق اور Confidence (اعتماد) سے کرنا چاہیے تاکہ ہمارے اندر جو یقین کی دولت ہے، یہ وافر ہو جائے۔ ہمیں یقین ہو جائے کہ اللہ ایک ہے اور ہم سوائے اللہ کے نہ کسی سے ڈرتے ہیں اور نہ کوئی توقع رکھتے ہیں۔ یہ بات اسی یقین سے بنے گی۔ بس اسی بات پر میں اکتفا کروں گا۔

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا
شغل بیکار ہیں سب تیری محبت کے سوا

دل میں بس اللہ کی محبت ہونی چاہیئے۔ زاہد یہ جو لمبے لمبے صاف کپڑے پہن کے، یہ ٹوپیاں اور چغے پہن کے یہ لمبی لمبی نمازیں پڑھنی اس پر وہ کہتا ہے کہ
شغل بیکار ہیں سب تیری محبت کے سوا

محبت نہ ہو، پیار نہ ہو تو ان سب کا کیا حاصل ہے؟ آپ لوگ یقین جانیں کہ ہم لوگوں کو ہمارے بابا جیؒ نے پیار کرنا ہی سکھایا ہے کہ بھئی جو کام بھی کریں پیار سے کریں۔ نماز پڑھیں تو پیار سے پڑھیں۔ نماز دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک پیار کی نماز ہوتی ہے ایک پیار کے بغیر ہوتی ہے۔ ایک تو عادت ہو جاتی ہے تو وہ آدمی ہر وقت مجبور ہوتا ہے۔ دیکھیں! آپ اس عادت میں پیار پیدا کریں۔ ایک مجبوری کی نماز ہوتی ہے، ایک عادت کی نماز ہوتی ہے اور ایک پیار کی نماز ہوتی ہے۔ آپ جب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں تو یہ سوچیں کہ میں اس ہستی کے سامنے کھڑا ہوں، وہ میری جان سے ہزار گنا زیادہ اہم ہے، اب میں اس ہستی کے سامنے کھڑا ہوں۔ جس کی میں نماز پڑھ رہا ہوں اس سے ہی میں پیار کرنے کی غرض سے نماز پڑھ رہا ہوں۔ اس سوچ سے آپ کی نماز بھی نماز بن جائے گی اور آپ کے پیار میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔

(آن لائن محفل مورخہ ۲ جولائی ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

☆ اللہ کی یاد پر خاص توجہ کرو۔ زیادہ سے زیادہ اللہ کو یاد کرو۔ تھوڑا سا اور زور دو پھر بات بنے گی۔

☆ گوجرانوالہ میں ہمارے ایک بزرگ بھائی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا:

کم از کم نماز تو پڑھو۔ مجھے ساری بچیوں نے شکایت دی ہے کہ ابا جی نماز نہیں پڑھتے۔ یہ بہت ہی خطرناک بات ہے۔ ایمان کا خطرہ ہے۔ انہیں پیار سے سمجھاؤ کہ کم از کم نماز پڑھنا شروع کر دو یار۔ یہ ضروری ہے۔ اپنا آخری وقت خراب مت کرو۔ اللہ اللہ کرو اور نماز پڑھا کرو۔

ان کے ساتھ موجود ایک دوسرے بھائی سے فرمایا:

ذرا پیار سے انہیں سمجھائیں، اللہ تعالیٰ انہیں سمجھنے کی توفیق دے، اللہ اپنا فضل فرمائے۔ میں تو خود سوچ رہا تھا کہ کسی وقت جاؤں، مجھے ساری بچیوں نے شکایت کی ہے کہ اباجی نماز نہیں پڑھتے۔

☆ کوئی بھی بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کے لئے ضرور جانا چاہئے۔اس کے پاس جاؤ، بس بیٹھو، دعا کرو اور اجازت لے کے اٹھ جایا کرو۔بیمار پرسی کا یہی طریقہ ہے۔زیادہ وقت نہیں لینا چاہئے۔گھر والوں کو اور خود انہیں کوئی تکلیف ہو سکتی ہے اور ہمارے بیٹھنے سے شاید تکلیف میں اضافہ ہو اس لئے زیادہ بیٹھنا نہیں چاہئے بس دعا کر کے اُٹھ جانا چاہئے۔

☆ ایک بھائی سے پوچھا کہ ذکر کا ٹائم مل جاتا ہے؟انہوں نے اثبات میں جواب دیا کہ وقت بے وقت کر لیتا ہوں۔اس پر فرمایا:

ایک دفعہ شام کو مرتضیٰ صاحبؒ میرے پاس آئے اور کہا کہ چلو یار آج Mess میں کھانا کھاتے ہیں۔شام کی اذانیں ہو گئی تھیں۔نماز وغیرہ پڑھ کے ہم چل پڑے۔رستے پر جناب اُنھوں نے ذکر شروع کر دیا۔ لا الہ الا اللہ۔انہوں نے ذکر شروع کر لیا اور مجھے کہتے ہیں یار ذکر کرنے کا کوئی ٹائم نہیں ہے۔جس وقت ٹائم ملے اُسی وقت ذکر کر لینا چاہئے۔بڑے زبردست طریقے سے انہوں نے رستے میں جاتے جاتے ذکر شروع کر دیا۔ یہ ذکر جو ہے اس کا کوئی ٹائم نہیں ہے۔جب ٹائم ملے ذکر کر لیں۔ناغہ نہ کرنے کا یہی طریقہ ہے۔جب ناغے کو Avoid کرنا ہو تو پھر ٹائم مت دیکھا کرو۔ذکر کر لیا کرو۔یہ بالکل صحیح بات ہے۔

☆ ایک بزرگ بھائی نے سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات کا نچوڑ اپنی باتوں میں بیان فرمایا تو اس پر فرمایا:

ہمارے ایسے بھائی بھی ہیں جو دوسروں سے پوچھتے رہتے ہیں کہ میں ترقی کر رہا ہوں

یا نہیں کر رہا، مجھے کچھ بتائیں ۔قبلہ انصاری صاحبؒ نے اسی موضوع میں بتایا ہوا ہے کہ اگر آپ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آپ کا سلوک طے ہو رہا ہے یا نہیں تو اپنے اخلاق پر خود نظر ڈالیں ۔اگر آپ کے اخلاق میں ترقی ہو رہی ہے، اچھائیاں بڑھ رہی ہیں اور برائیاں کم ہو رہی ہیں تو سمجھو آپ کا سلوک چل رہا ہے۔ کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ ایسی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں کہ انسان اگر ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر عمل کرنا شروع کر دے تو یہی آگے بڑی بڑی باتیں بن جاتی ہیں۔ یہ پورا موضوع بن جاتا ہے اور سارا موضوع انسان کے ذہن میں Practically آ جاتا ہے۔(نام لے کر فرمایا کہ) انہوں نے بڑی اچھی باتیں کیں۔ سبحان اللہ۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور اسی طرح انہیں ہمیں Guide کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ طہارت اسلام کا ایک رکن ہے۔طہارت اسی لئے ہے کہ ظاہری و باطنی ہر طرح کی دماغی یا جو بھی نقائص یا غلط باتیں ہیں وہ سب نکال پھینکیں۔ یہ سب ہو تو پھر طہارت آتی ہے۔

بظاہر نہا دھو کے بھی طہارت آ جاتی ہے، وہ بھی ضروری ہے۔ ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ موسم کی مناسبت سے ٹھنڈے یا گرم پانی سے روزانہ ایک یا دو دفعہ نہائیں۔ یہ انصاری صاحبؒ نے کتاب میں لکھ کے رکھا ہے۔

ہمیں تو ایسی ایسی باتیں باباجیؒ نے بتائی ہیں کہ کوئی شعبہ چھوڑا نہیں ہے بس ہمارے عمل کی کمی ہے ۔اگر ہم عمل کریں تو ایک ایک بات ہمیں باباجیؒ نے لکھ کے بتائی ہے۔ سودا سلف خریدنے کی باتیں بھی بتائی ہیں کہ کیسے خریدیں، نوکر کے ذریعے مت خریدیں، خود خریدیں۔ بے ایمانی سے بچیں، دوسروں کو بے ایمان نہیں کہیں، خود بھی بے ایمانی مت کریں۔ایسی باتیں بھی ہمیں سمجھائی ہیں۔ ہم تو باباجیؒ کا جتنا شکر ادا کریں کم ہے، سچی بات ہے انہوں نے ہمیں ہر شعبے میں Trained کرنے کی کوشش کی ہے اور Trained کیا ہے الحمدللہ۔

طہارت جو ہے یہ اسلام کے ارکان میں سے پہلا رکن ہی طہارت ہے۔ وہ

خیالات کی طہارت ہو، اخلاق کی طہارت ہو، عمل کی طہارت ہو، یہ ساری طہارت جو ہیں یہ سب اکٹھی ہوں، ایک جیسی ہوں تو پھر آپ اللہ کے اخلاق والے ہوں اور یہ اخلاق ثابت کرو گے تو پھر بات بنے گی۔ یہ بنیادی رکن ہے۔ اس رکن پر خاص طور سے آج بات اچھی ہوگئی، اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

☆ آپ اپنے آپ کو ٹھیک کریں۔ دوسروں کی پرواہ اس حد تک کریں کہ اگر آپ اُن کی اصلاح کر سکتے ہیں تو کریں ورنہ وہ کیا کرتے ہیں، کیسے کرتے ہیں، یہ سوچنا منع ہے۔ یہ قرآن نے بھی منع کیا ہے اور باباجیؒ نے بھی منع کیا ہے۔ تجسس اعمال اور بدگمانی۔ یہ دو ایسی چیزیں ہیں جن سے قرآن نے منع کیا ہے۔ سورۃ حجرات پڑھیں۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان سے منع کیا ہے اور باباجی نے بھی اپنی تعلیمات میں منع کیا ہے۔ ان دونوں باتوں کو ایسے کاٹ دیں جیسے آپ نے اس سے پہلے کبھی سوچا ہی نہیں ہے اس کے متعلق۔ یہ چھوڑ دیں۔ آپ نے کیا کرنا ہے یہ سوچیں۔ آپ نے اللہ سے ملنا ہے، آپ نے اپنے اخلاق اعلیٰ کرنے ہیں، آپ نے اپنی روحانی پرواز اونچی کرنی ہے، آپ نے یہ کام کرنے ہیں اُن کے لئے جو اعمال مرشد نے بتائے ہیں اُن پر عمل شروع کرنا ہے بس۔ باقی لوگ کیا کرتے ہیں، کیسے کرتے ہیں، وہ جانیں اور اُن کا اللہ جانے، ہم ٹھیکیدار نہیں ہیں اُس کے۔ اللہ آپ کو ہمت دے توفیق دے۔

☆ ایک بھائی کافی دیر رابطہ میں نہ رہے تھے، وہ محفل میں شریک ہوئے تو ان سے فرمایا: ہم سے اگر کوئی غلطی گستاخی ہوگئی ہو آپ کی شان میں تو ہمیں معاف کردیں۔ ہم تو یار وہ جو کہتے ہیں کہ کولی کیا اور گہنا کیا۔ کولی کو سمجھتے ہیں؟ کولی غلام کو کہتے ہیں۔ اور گہنا زیور کو کہتے ہیں۔ کیا غلام ہوگا اور کیا اس کا زیور ہوگا؟ ہم کیا ہیں؟ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔ ہماری باتوں کو نظر انداز کردیں ہم ماشاءاللہ آپ کے بھائی ہیں، بھائی رہیں گے ان شاءاللہ۔

(آن لائن محفل مورخہ ۹ جولائی ۲۰۲۳ء کی گفتگو سے اقتباسات)

خواجہؒ کے خطوط

(مورخہ ۱۱اپریل ۱۹۷۱ء از ماڈرن کمرشل، "الفلاح" دی مال، لاہور)

(بنام خضر حیات صاحب۔ سرگودھا)

تمہارا خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ میرا بخار اتر گیا ہے۔ کمزوری باقی ہے دعا کریں اللہ جلدی چلنے پھرنے لائق کر دے اور اتنی صحت دیدے کہ حلقہ کی کچھ خدمت کر سکوں۔ تمہاری شادی کے لئے دعا کر دی ہے۔ اللہ جلدی کر دے اور خیر و خوبی کے ساتھ نیک انجام ہو۔

ملکی حالات کے پیش نظر اجتماع ملتوی کیا گیا ہے۔ میری تو ہر وقت یہی دعا ہے کہ اللہ پاکستان کو زندہ و سلامت رکھے اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے۔ میری طرف سے تمام پیر بھائیوں کو دعا و پیار کہہ دیں۔ ستار خان صاحب، قاسم صاحب اور دوسرے پیر بھائی آپ سب کو سلام کہتے ہیں۔

(مورخہ ۵ جولائی ۱۹۷۱ء از ماڈرن کمرشل، "الفلاح" دی مال، لاہور)

(بنام خضر حیات صاحب۔ سرگودھا)

خط ملا۔ بیٹی مرحومہ کی تعزیت کے لئے شکریہ۔ مغفرت کی دعا کیا کریں۔ سورۃ تکاثر جو آپ لوگوں نے پڑھی ہے امید ہے کہ کل اس کا ثواب آپ نے مرحومہ کی روح کو پہنچا دیا ہوگا۔ نہ پہنچایا ہو تو اب فاتحہ خوانی کر کے پہنچا دیں۔ مرحومہ کا نام شمسہ تھا۔ میری صحت اچھی ہے لیکن گلے میں کچھ تکلیف ہوگئی ہے۔ شادی اگر دیر سے ہو تو فکر نہ کریں اور اصل تو یہ ہے کہ کسی بات کی بھی فکر نہ کیا کریں۔ اللہ جو کرتا ہے تمہارے لئے بہتری کرتا ہے۔ اللہ آپ کے حلقے کو ترقی دے۔ آمین۔ سب احباب کو سلام محبت کہہ دیں۔

(مورخہ ۲۲ اگست ۱۹۷۲ء باز ماڈرن کمفرٹس، ''الفلاح'' دی مال، لاہور)

(بنام خضر حیات صاحب۔ سرگودھا)

خط ملا۔ دعا کر دی ہے۔ اللہ تمہاری شادی جلدی کرا دے اور حسب منشاء نیک سیرت و نیک صورت بیوی ملے۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ پاس انفاس با قاعدگی سے نہیں کر رہے ہیں، جبھی شیطان کے غلبہ کی شکایت ہے۔ آپ زیادہ تر باوضو اور حلقہ کے بھائیوں کی صحبت میں رہنے کی کوشش کریں۔ انشاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

آستانہ شریف کے ۹ چھوٹے بڑے کمرے تیار ہو گئے ہیں۔ ان کے دروازے کھڑکیاں وغیرہ اور فرش و بجلی کی فٹنگ اور فنشنگ کا کام باقی ہے۔ فنڈ چونکہ توقع سے کم آ رہا ہے لہذا مزید تعمیر رک گئی ہے۔ بیس روپے ماہوار سپیشل آستانہ فنڈ جو ملتان میں طے کیا گیا تھا اس کا صرف ۲۵ فیصد موصول ہوا۔ لہذا اس کو مزید غیر معین عرصہ تک جاری رکھنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ میری صحت عموماً خراب رہتی ہے اسی لئے کراچی جانے کا پروگرام بھی ملتوی کر دیا گیا ہے۔ حلقہ کے سب بھائیوں کو دعا و پیار کہہ دیں۔ ستار صاحب قاسم صاحب سب کو سلام کہتے ہیں۔

(مورخہ ۱۴ جون ۱۹۷۳ء از آستانہ حیدریہ، لاہور)

(بنام خضر حیات صاحب۔ سرگودھا)

خط ملا۔ اور گیارہ روپیہ بھی ملے۔ جو آپ کے نام سے ماہوار فنڈ میں جمع کر لئے ہیں۔ لفافہ بھیجا کرو بھاری نہیں ہوتا سب بھیجتے ہیں۔ کوئٹہ میں دو تین برادران حلقہ ہیں تو سہی مگر مجھے نام پتہ یاد نہیں۔ صرف ایک صاحب کا نام معلوم ہے پتہ ان کا بھی نہیں معلوم کونسی رجمنٹ سے ہیں۔ وہ ہیں کپتان ابراہیم صاحب۔ ۲۲ بلوچ رجمنٹ کے۔ مگر کوئٹہ تو وہ ہاتھ کے علاج کے لئے گئے ہیں۔ وہ مشرقی پاکستان میں قیدی تھے وہاں سے آنے کے بعد کوئٹہ گئے۔ میری صحت اچھی ہے۔

بیاد عید میلاد النبی ﷺ

(محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

الحمدللہ! الحمد للہ رب العالمین. الصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و مولانا محمد سید المرسلین و رحمۃ للعالمین. السلام علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین. اما بعد قال اللہ تعالیٰ فی قرآن الحکیم . اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمٰن الرحیم. لَقَدْ جَاءَ كُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ . لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِي ضَلالٍ مُّبِينٍ . صدق اللہ العظیم.

برادرانِ کرام! آج ہم بنی نوع انسان کے سردار، انبیائے کرام کے سالار، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دنیا میں ظہور کی خوشی منانے کے لئے یہاں مل بیٹھے ہیں۔ انسانی تاریخ میں اس دن سے بڑھ کر روز سعید بھلا اور کون سا ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پورا عالم اسلام عید میلاد کی خوشیاں منانے کے لئے آپ کے ساتھ شریک ہے۔ اس میں مرد، عورتیں، جوان، بوڑھے، بچے بھی شامل ہیں۔ اس میں علمائے کرام ہی نہیں بلکہ ان کی قیادت میں تمام مسلمان بہ حسبِ توفیق حصہ لیتے ہیں۔ جگہ جگہ سیرت پاک کی محفلیں، نعتیہ مشاعرے، اور حمد و نعت کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ مساجد کو جہاں رنگا رنگ روشنیوں سے سجا کر تذکرہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محفلیں ربیع الاوّل کے پورے مہینے میں جاری رہتی ہیں۔ گھر گھر حضور نبی کریم ﷺ (آپ نے حکم دیا: بلند آواز سے درود شریف پڑھا کریں۔ جب بھی حضور ﷺ کا نام آئے تو بلند آواز سے صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کریں)۔ حضور ﷺ کی روحِ مبارک کے ایصالِ ثواب کی نیت سے قرآن خوانی کے ساتھ ساتھ مٹھائیاں اور اعلیٰ سے اعلیٰ کھانے بھی تقسیم کیے جاتے ہیں۔ یہ سب کچھ درست ہے اور اہلِ ایمان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو محبت پیوست ہے، یہ ایک بیش بہا دولت ہے، نعمت ہے۔ یہ تمام باتیں اس کا صرف جزوی اظہار ہیں۔ الحمد للہ عید السعید کا یہ دن ہر سال نئی

آب وتاب لیے ہوئے آتا ہے۔اس کی تقریبات کے رنگ ڈھنگ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کرنے والوں کے جوش وخروش میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے اور یہ بڑھتا ہی چلا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنہیں رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے ان کی رحمت سے دنیا کا کوئی گوشہ محروم نہیں رہے گا اور ایک وقت ایسا ضرور آئے گا جب سارا عالم رحمت عالم ﷺ کی رحمت کے سایہ میں پناہ لینے پر مجبور ہو جائے گا اور پوری انسانیت اس دن کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے پکار اُٹھے گی کہ

حلقۂ دوراں میں ہے یہ دن زیرِ نگیں

تشریف لائے آج کے دن رحمۃ للعالمین

اب ہمیں ذرا سنجیدگی کے ساتھ اس امر پر بھی غور کرنا چاہیے کہ کیا حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کا یہی مقصد تھا؟ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کے منصب رسالت کے بارے میں کیا حقائق بیان کیے گئے ہیں اور کیا ہم ذاتی اور قومی اعتبار سے اس کردار کے حامل ہیں جو مردِ مومن کے شایانِ شان ہے؟ ایک حدیث مبارکہ میں ہے کہ مجھے اسی لئے بھیجا گیا ہے کہ بہترین اخلاق کو کمال عطا ہو۔اس خطبہ کے شروع میں سورۃ التوبہ کی جو آیت تلاوت کی گئی ہے ذرا اس کا مفہوم ملاحظہ فرمایئے۔یہ اس طرح ہے:

اے بنی نوع انسان! تم ہی میں سے تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کا رسول ﷺ آیا ہے وہ تمہاری بھلائی اور بہتری کے لئے اتنے حساس ہیں کہ تمہیں نقصان پہنچانے والی ہر چیز ان پر گراں گزرتی ہے۔پوری انسانیت پر خواہ کوئی بھی چیز مادی ہو، معاشرتی ہو جو بھی چیز تمہیں نقصان پہنچاتی ہے وہ ان پر گراں گزرتی ہے اور تمہاری نفع والی ہر چیز کے لئے وہ حرص وطمع رکھتے ہیں۔اور اہل ایمان پر تو خصوصی طور پر شفیق اور مہربان ہیں۔وہ تو عوام الناس کے لیے ہے لیکن اہل ایمان جو ہیں ان کے لئے خصوصی طور پر رئوف الرحیم کے الفاظ آئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، شفیق اور مہربان ہیں تاکہ ان کے قلوب کو انوار محبت سے، انوارِ نبوت سے جگمگا دیں جس سے انہیں مقصود حیات کا شعور حاصل ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے قرب کے حصول کے لئے محو پرواز ہو جائے۔یہ ہیں لَقَدْ جَائَکُمْ رَسُوْل. کے معنی۔اس آیت کے تناظر میں دیکھیے کہ کیا ہماری زندگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت اور برکت سے معمور ہے؟ اگر نہیں ہے تو اس کا مطلب اس کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا کہ ہم نے صرف سطحی محبت کو حقیقی محبت سمجھ لیا ہے۔محبت کا مقصود ہی یہ ہوتا ہے

کہ انسان اپنے معبود کی صفات کے رنگ میں رنگا جائے۔اس کی صفات کو اپنے اندر سمونا چاہتا ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تَخَلَّقُوا بِاَخلَاقِ اللّٰہِ. اللہ سے محبت کی جائے کہ سب سے زیادہ محبت اللہ ہی سے کرنی چاہیے۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بیعت میں یہ شرط ہے کہ سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے کروں گا۔اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ سے۔اس کو بڑھاتے رہو۔حضور ﷺ نے فرمایا اللہ سے محبت کرتے رہو۔اللہ کی راہ پر چلنے سے اخلاق بھی اچھا ہوگا۔اللہ کی عادتیں آئیں گی۔ تَخَلَّقُوا بِاَخلَاقِ اللّٰہِ. اپنے اندر اللہ جیسا اخلاق پیدا کرو۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صِبْغَةَ اللّٰہِ. اللہ کا رنگ۔ صِبْغَةَ اللّٰہِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَةً. اللہ کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہوسکتا ہے۔اور یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وَنَحْنُ لَهُ عَابِدونَ . اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں۔اسی کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ یعنی بہترین رنگ کے لئے یہ ضروری ہے کہ اَشَدُّ حُبُّ اللّٰہِ. والی شدید محبت اور خلوص کے ساتھ اللہ کی بندگی کی جائے۔اس محبت کے ساتھ۔ اٰمَنُوا اَشَدُّ حُبًّ لِلّٰہِ۔سب سے زیادہ محبت مومنوں کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔اس کے بعد اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ۔خلوص کے ساتھ اللہ کی بندگی کی جائے۔

دوسری آیت جو بیان کی گئی ہے سورۃ آلِ عمران کی ہے۔یہ اور ایسی آیت قرآن میں چار مرتبہ آئی ہے۔جس میں اللہ تعالیٰ کی آیات بیان کرنے اور دلوں کا تزکیہ یعنی صفائی کرنے اور کتاب وحکمت کی تعلیم کو مقاصدِ رسالت میں بیان کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ اس لئے آئے کہ

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ. (سورۃ البقرہ ۲: آیت ۱۲۹؛ سورۃ البقرہ ۲: آیت ۱۵۱؛ سورۃ آل عمران ۳: آیت ۱۶۴؛ سورۃ الجمعہ ۶۲: آیت ۲)

اس میں وَيُزَكِّيهِمْ کا مطلب ہے کہ مانجھنا۔جو گرد وغبار ہے تو اس کو مانجھا جاتا ہے کہ اس کی اصلیت ظاہر ہوجاتی ہے۔اس کو تزکیہ کہتے ہیں۔اس آئینے میں بھی ہمیں اپنی حالت کا مشاہدہ کرنا چاہیے کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے اس احسانِ عظیم جسے اللہ میاں نے ہم پر فرمایا ہے،اس احسانِ عظیم سے کہاں تک اپنی زندگی کو بدل کر اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشنودی حاصل کی ہے۔اس مقدس مشن اور اعلیٰ ترین منصب کے حصول کے لئے انسانیت کو ایک عملی نمونہ اور ماڈل کی ضرورت تھی جسے دیکھ کر اور جس کے اتباع کی برکت سے ہر انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کے رنگ میں رنگا جائے اور دارین میں سرخرو ہوجائے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو حکم فرمایا:

قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ. (سورۃ آل عمران ۳: آیت ۳۱)

اے میرے حبیب! آپ ﷺ سب کو بتا دیں۔ اعلان کر دیں۔ اگر تم اللہ کی محبت کے طلب گار ہو، تمہیں اللہ کی محبت چاہیے، تو ماڈل میں ہوں۔ میرا اتباع کرو۔ اس کے بغیر نہیں ہے۔ ایک ہی راستہ ہے۔ فَاتَّبِعُونِي. فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ اللہ تم سے پیار کرے گا۔ محبت کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ محبوب بھی ہمارے ساتھ پیار کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری اتباع میں چلو گے تو خدا تم سے پیار کرے گا۔ کیونکہ سب سے بلند مقام عبدیت ہے اور حضور نبی کریم ﷺ ہی اس مقام پر فائز ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَنَا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ اس لئے گزشتہ اُمتوں کی طرح میری شان میں غلو نہ کرنا۔ تم مجھے عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ہی کہنا۔ کلمہ شہادت میں پڑھتے ہیں: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اس لئے عبدیت میں کمال حاصل کر کے اللہ کے رنگ کے حصول کی تمنا ہو تو پھر اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں کہ عَبْدُهٗ کا اتباع کیا جائے۔ علامہ کہتا ہے:

عبد دیگر عبدہٗ چیزے دیگر ایں سراپا انتظار

عبد اور ہوتا ہے اور **عبدہٗ** یعنی اُس کا بندہ اور ہوتا ہے۔ عبدہٗ اور ہے۔ یہ اسی کا بندہ ہے۔ ہم تو حرص وہوا کے بھی بندے ہیں۔ دل میں خواہشات کے بھی بندے ہیں۔ اللہ والوں کے بھی بندے ہیں۔ ہمارے دل کی کیا بات ہے۔ ہمارے دلوں میں اور بھی بڑے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: عبدہٗ اور ہوتا ہے۔ وہ اسی کا بندہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ راستہ یہی ہے کہ عبدہٗ کا اتباع کریں۔ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے رنگ کے لئے اللہ سے شدید محبت شرط ہے اسی طرح عبدہٗ سے۔ حقیقی اتباع کے لئے اللہ تعالیٰ کے بعد عبدہٗ کی محبت کو جزوِ ایمان بنانا پڑتا ہے۔ یہی دین سکھاتا ہے۔ یہ دین اسی پر لگاتا ہے:

مغزِ قرآں، روحِ ایماں، جانِ دیں
ھست حُبِ رحمۃ للعالمین

یہ سارا دین، سارا کچھ یہی پڑھاتا ہے کہ حضور ﷺ کی محبت دل میں پیدا کرو۔ اللہ نے کہا کہ میرے رسول ﷺ کی اطاعت ہی میری اطاعت ہے۔ میں تو تمہارے پاس نہیں آیا کوئی حکم لے کر انہوں نے ہی بتایا۔ یہ تمہیں راستہ بتائیں گے۔ یہ تمہیں میرے آستانے تک پہنچائیں گے۔ ان سے محبت کرو گے تو تمہیں فیض ملے گا۔

محبت کی ایک چنگاری سے ہی دل سراپا نور بن جاتا ہے۔انسان کے اندازِ فکر اور طرزِ حیات میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔اسی لئے عید میلاد کی پرنور مجالس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حضور سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کی برکات سے جو سوز وگداز پیدا ہوتا ہے ہمیں چاہیے کہ اس سے اپنے اخلاق وکردار کو اپنے آقا علیہ السلام کے اسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھالنے کا کام لیں تا کہ ہمیں پھر سے قرونِ اولیٰ والا مقام حاصل ہو جائے۔اسلام میں تمام عقائد اور عبادات کا مقصد انسان کے اخلاق اور کردار کو بدلنا ہے۔جیسے کہ علامہؒ نے فرمایا ہے:

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی　　آج کیا ہے؟ فقط اک مسئلۂ علمِ کلام

روشن اس ضو سے اگر ظلمتِ کردار نہ ہو　　خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام

کلمہ پڑھنے والا بھی نہیں سمجھ سکتا اس کا مقام کہ **لا الٰہ الا اللّٰہ** جو پڑھا ہے یہ کتنی بڑی بات ہے۔علامہؒ کہتے ہیں کہ

یہ شہادت گہہِ الفت میں قدم رکھنا　　لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

یہ تو اپنی جان قربان کرنے والی بات ہے کہ آج سے میری خواہشات،میرے ارادے، سب بند ہو گئے ہیں۔یہ اللہ کے تحت کر دیے ہیں۔

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ. تیری ہی بندگی کریں گے۔ تیرے ہی حکم پر چلیں گے۔یہ شہادت اپنا سب کچھ چھوڑ کے شہید ہونے والی بات نہیں ہے۔بیعت کا مطلب ہے: بیچ دینا۔مرشد نے بیعت لے لی تو یہ بیعت اللہ سے عہد ہے کہ میں ان کو گواہ بنا کے، میں انصاری صاحبؒ کو گواہ بنا کر اللہ سے عہد کرتا ہوں۔بیعت باباجیؒ سے کی ہے،عہد اللہ سے کیا ہے۔(عہد) ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ہم تو سرکاری گواہ ہوں گے کہ جو عہد کیا اسے پورا کیا۔ہم کچھ نہیں کہیں گے لیکن جس کے ساتھ عہد کیا ہے وہ ضرور پوچھے گا۔مسلمانی یہ ہے۔علامہ یہ بھی کہتا ہے:

چو می گویم مسلمانم بلرزم

جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو میں لرز جاتا ہوں،کانپ جاتا ہوں۔

کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

مجھے **لا الٰہ** کی مشکلات کا پتا ہے۔اس کے معنی کیا ہیں۔کہاں تک جانا پڑتا ہے۔کدھر آدمی کو پہنچنا پڑتا ہے۔مجھے **لا الٰہ** کے معنوں کا پتا ہے۔میں کہتا ہوں مسلمان ہوں تو میں لرز جاتا ہوں

کہ دائم مشکلات لا الــہ را۔لا الــہ کتنا مشکل مقام ہے۔وہ کلمہ طیبہ جو صرف زبان سے ادا ہو، محبت اور التفات کے وہ دعوے جو گلے سے اوپر ہی اوپر ہوں اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری صورتوں اور اموال کو نہیں، ہمارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لاَ يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُواْ آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِن قُلُوبُهُمْ .(سورۃ المائدہ ۵: آیت ۴۱)

حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں:

زبانی کلمہ ہر کوئی پڑھدا

دل دا پڑھدا کوئی ہو

زبانی زبانی سارے پڑھ لیتے ہیں۔اللہ نے فرمایا کہ اے میرے رسول ﷺ! آپ ان لوگوں کے بارے میں غمگین نہ ہوں جو کفر میں دوڑ دوڑ کر دیکھتے ہیں۔بظاہر دعوے مسلمانی کے ہیں مگر وہی کفر مقام ہے۔دوڑ دوڑ کر دیکھتے ہیں۔یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صرف زبان سے دعویٰ کیا کہ ہم ایمان لائے لیکن ان کے دل ایمان نہیں لائے۔ان کا یہی حال ہوگا۔ان کی آپ فکر نہ کریں۔ آئے دن زبانی دعوے والے چھلانگیں لگا کے جدھر موقع ملا چھوڑ چھاڑ کے اپنے مفادات کے لئے چلے جاتے ہیں۔یہ سورۃ المائدہ کی آیت تھی۔پھر سورۃ العنکبوت کے شروع میں یہ فرمایا گیا کہ:

أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ .(سورۃ العنکبوت ۲۹: آیت ۲)

کیا لوگوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ وہ صرف اس بات پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ ہم ایمان لائے۔اور کیا ان کو آزمایا نہیں جائے گا؟ ہر ایک کو آزمایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی سورۃ البقرہ ۲: آیت ۱۵۵ میں فرمایا:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوفْ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الأَمَوَالِ وَالأنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ

یہ سارے ٹیسٹ اس نے تمہارے لئے رکھے ہیں۔تمہارے ایمان کا ٹیسٹ ہوگا پھر اللہ کی دوستی ملے گی۔پھر ولایت میں تمہیں داخلہ ملے گا۔فرمایا:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ.

یہ ٹیسٹ دیے اور آیت پوری نہیں ہونے دی اور فرمایا:

وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ .الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُواْ إِنَّا لِلّهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ .

ان کو بشارت دے دی۔ ایسے بندوں کو۔ یہ سارے جو مرضی ٹیسٹ ہو تے رہیں وہ یہی کہتے ہیں:

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّـا إِلَيْهِ رَاجِعونَ .

وہ یہی کہتے ہیں کہ ہم بھی اللہ کے ہیں اور یہ مال و متاع بھی اسی کا دیا ہوا ہے۔ ہمارا نہیں ہے۔ اصل مالک وہی ہے۔ ہماری جان کا بھی اور ہمارے اعمال کا بھی۔ سورۃ التوبہ ۹ کی آیت ۱۱۱ میں بھی ارشاد ہوا ہے:

إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

اللہ نے مومنوں سے ان کے مال اور جانیں خرید لی ہیں جنت کے بدلے۔ جنت لینی ہے تو مال اور جان ہمارے حوالے کردو۔ وہ ہے مسلمانی۔

أُولٰـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولٰـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ.

(سورۃ البقرہ ۲: آیت ۱۵۷)

وہی جو ٹیسٹوں میں سے گزرتے ہیں انہیں پر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔

أُولٰـئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ.

یہی ہدایت یافتہ ہیں۔ جن کی یہ سوچ بن جاتی ہے ان پر اللہ کا کرم ہوتا ہے۔ یہی ہدایت ہے جو روز مانگتے ہیں:

اِهْدِنَــا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ .صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ .(سورۃ الفاتحہ آیات ۷۔۶)

یہ انعام اور انہیں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں جو اس میں ثابت قدم رہتے ہیں اور خوشی سے برداشت کرتے ہیں۔ باباجیؒ نے فرمایا کہ صبر یہ ہے کہ خوشی سے برداشت کرنا۔ رو، دھو کے تو ساری دنیا صبر کر جاتی ہے۔ ہم صبر نہیں کریں گے تو اور کیا کریں گے۔ یہ صبر نہیں ہے۔ صبر وہ ہے جو خوشی خوشی کرے کہ میرے مولا کا شکر ہے۔ ہمیں آج پیغام آیا ہے۔ اس نے یاد کیا ہے کہ آؤ تمہارا امتحان لیتے ہیں اگلی کلاس میں۔ امتحان پروموشن کے لئے ہوتے ہیں۔ امتحان ترقی دینے کے لئے ہوتے ہیں۔

برادرانِ کرام! آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ انسان کی زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی محبت والی زندگی کی راہ پر چلتے ہوئے اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل کرنا ہے۔ تمام پیغمبروں نے یہی بات اپنی قوموں کو بتائی۔ قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو ہر ہر صفحہ پر اس مقصودِ حیات کی تفصیل درج ہے تاکہ انسان حیات ارضی اور شیطان کے فریب میں پھنس کر اللہ اور آخرت سے دور نہ ہٹ جائے

اسے بھلا نہ دے۔اس منزل مقصود کو پانے کے لئے لمبی کہانیاں کریں گے تو پوری نہیں ہوں گی ۔ سارا قرآن اسی تعلیم سے بھرا ہوا ہے ۔علامہ نے کہا ہے:

مقام خویش اگر خواہی دریں دہر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ ﷺ رو

(اے مسلمان! اگر تجھے دنیا میں اپنی جگہ بنانی ہے تو اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں بسا لو اور محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کرو۔)

یہ تو بت خانہ ہے۔ ہر طرف بت پھیلے ہوئے ہیں ۔جس میں پھنس جاؤ گے وہی تمہارا خدا ہے ۔قرآن میں ہے:

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ . (سورۃ الفرقان ۲۵۔آیت ۴۳)

اے میرے پیغمبر ﷺ! تم نے اس کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے ۔باہر کی تو بات بعد میں رہی کہ اس پر آئے اور وہ کرے ۔اپنے اندر اس نے خدا بنا رکھا ہے ۔یہ اس کی خواہش ہے ۔اسی پہ چلتا ہے ۔اللہ کے حکم پر نہیں چلتا۔اس کی جو خواہش ہے اس پر چلتا ہے ۔یہ تو بت خانہ ہے ۔اردگرد۔اندر بھی تمہارے۔باہر بھی بت بنے ہوئے ہیں ۔اپنا مقام چاہیے اپنی ترقی چاہیے تو

مقام خویش اگر خواہی دریں دہر

اس بت خانہ میں، جہان فانی کے صنم خانہ میں اگر اپنے حقیقی مقام کی طلب ہے تو 'بحق دل بند' دل کو اللہ کی طرف باندھ دے اس سے رابطہ کر لے ۔'و راہ مصطفیٰ ﷺ رو'۔اور راہِ مصطفیٰ ﷺ پر چل ۔

مقام خویش اگر خواہی دریں دہر
بحق دل بند و راہِ مصطفیٰ ﷺ رو

اس جہان فانی کے صنم خانے میں تجھے اگر اپنے حقیقی مقام کی طلب ہے تو اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے وقف کر دے اور حضور نبی کریم ﷺ کا اتباع اختیار کر۔یہی کامیابی کا راز ہے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ۔

(بیادِ عید میلاد النبی ﷺ ۱۵ فروری ۲۰۱۲ء بمقام مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ)

مولانا حافظ بشیر احمدؒ

(سید رحمت اللہ شاہ)

خاموش طبع، سنجیدہ، بارعب وباوقار شخصیت کے حامل ہمارے بزرگ بھائی جناب مولانا حافظ بشیر احمد تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ کے نواحی قصبہ ’آدو کے چیمہ‘ سے تھے۔خاندانی طور پر ’ڈار‘ تھے۔آپؒ ۱۹۳۸ء میں اس علاقہ کے گاؤں ’باقرپور‘ میں پیدا ہوئے۔والد گرامی کا نام ’محمد حسین ڈار‘ اور والدہ کا نام ’اللہ رکھی‘ تھا۔دو بہنیں اور چار بھائی تھے۔بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے۔آپؒ سے چھوٹی ایک بہن تھیں۔گھر کا ماحول سادہ مذہبی نوعیت کا تھا جس میں تمام افراد خانہ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔

آپؒ نے کم وبیش پانچ سال کی عمر میں گاؤں ’مرہانہ‘ کے مدرسہ تعلیم القرآن سے حفظ قرآن مجید شروع کیا۔یہاں آپؒ کے استاد حافظ محمد اسماعیلؒ تھے۔ابتدائی تعلیمی سلسلہ اسی مدرسہ میں مولانا نور محمدؒ کی صحبت میں مکمل ہوا۔دورۂ حدیث شریف کے لئے گوجرانوالہ تشریف لے گئے، مدرسہ تعلیم القرآن گوجرانوالہ میں فاضل واستاد دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاضی شمس الدینؒ آپؒ کے استاد تھے،ان سے دورۂ حدیث شریف مکمل کیا۔قاضی شمس الدینؒ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بڑے درویش صفت، اللہ والے اور خوددار طبع انسان تھے۔کسی پر بوجھ بننا انہیں بالکل پسند نہ تھا۔اپنے دور کی مروجہ روایت کے برعکس وعظ وبیان کے لئے جہاں بھی جاتے اپنے اخراجات خود اٹھاتے تھے،حسب ضرورت کھانا تک ساتھ لے جاتے۔

مولانا قاضی شمس الدینؒ کے شاگردوں میں مولانا محمد فیروز خان ثاقب صاحب آپؒ کے ہم جماعت تھے جن کی ڈسکہ میں قادیانیوں کے خلاف قابل قدر خدمات ہیں۔یہ وادئ نیلم کے رہنے والے تھے، گوجرانوالہ سے دیوبند گئے ، دو سال تعلیم حاصل کرکے ۵۸۔۱۹۵۷ء میں ڈسکہ آئے۔اس وقت تک آپؒ بھی فارغ ہو چکے تھے اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں بیعت تھے۔بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے فرمایا کہ آپ آدو کے چیمہ جائیں اور وہاں لوگوں کو توحید کا درس دیں۔اٹھارہ سال کی عمر میں آدو کے چیمہ آباد ہوئے اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا جو تا وقت وصال جاری رہا۔

کم و بیش بیس برس کی عمر میں شادی ہوئی ۔بیگم کا تعلق گوجرانوالہ شہر میں تھانیدار بازار کے بخت والہ محلّہ سے تھا۔اولاد میں مقدس پروین (پیدائش:۱۹۶۴ء، رہائش: لاہور)، تبسم پروین (پیدائش: ۱۹۶۶ء، رہائش سیالکوٹ)، عبدالستارڈار (پیدائش:۱۹۶۸ء، رہائش: گوجرانوالہ)،عبدالجبارڈار (پیدائش:۳۱دسمبر۱۹۷۱ء، رہائش: آدکے چیمہ)،راحیلہ پروین (پیدائش: ۱۹۷۳ء، رہائش: کراچی)،ثمینہ پروین (پیدائش: ۱۹۷۵ء، رہائش: لاہور)،تنویراحمدڈار (پیدائش: ۱۹۷۷ء، رہائش: آدکے چیمہ)،نویداحمدڈار (پیدائش: ۱۹۷۹ء، رہائش: آدکے چیمہ) ،اور رضوانہ پروین (پیدائش: ۱۹۸۲ء، رہائش: سیالکوٹ) ہیں ۔سب اپنے گھروں میں آباد، خوش وخرم ہیں ۔

آدکے چیمہ میں مستقل سکونت اختیار کرتے ہوئے ایک مسجد کا انتظام وانصرام سنبھالااور زندگی کے اکاون (۵۱) برس یہاں خدمات سرانجام دیں۔یہ ایک چھوٹی سی مسجد تھی جو ایک کچے کمرے پر محیط تھی جو اب دومنزلہ پختہ امارت کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ آپؒ نے ساری زندگی اسی ایک جگہ بسیرا کیا۔اسی مسجد میں آپؒ متولی ،امام،مدرس،استاد اور خطیب رہے۔ساری زندگی بغیر کسی متعین مشاہرہ کے اس مسجد میں تمام تر خدمات سرانجام دیں ۔مسجد ومدرسہ کے نظام کی طےشدہ روایات کے مطابق اولین ادوار میں آپؒ کا گزربسر نمازجمعہ کے موقع پر جمع شدہ معمولی رقوم سے رہا۔جب بچے بڑے ہو گئے تو آپؒ نے ذاتی اخراجات کے لئے یہ رقم لینا بھی چھوڑ دی۔تمام خدمات فی سبیل اللہ جاری رہیں۔آپؒ کے زیراثر اس مسجد و مدرسہ میں کبھی عوامی چندہ کی اپیل نہ کی گئی ،نہ ہی کبھی چندہ کے لئے مقامی آبادی سے جا کر رابطہ کیا جاتا۔ساری زندگی کبھی کسی بڑے، وڈیرے یا چوہدری کے پاس امداد کے لئے نہیں گئے، نہ ہی کبھی کسی ڈیرہ پر حاضری رکھی ۔وقت کے ساتھ ساتھ اس قدر آپؒ کا ذاتی اثر بن گیا کہ جب بھی کسی کام کے لئے پیسہ کی ضرورت پڑتی، بلاتکلف اپنے شاگردوں سے کہہ کر وہ کام کرا لیتے ۔بلا مبالغہ علاقائی سطح پر اپنی زندگی میں آپؒ کو مقامی آبادی سے خواتین وحضرات،بچوں بڑوں سمیت چار نسلوں کا استاد ہونے کا شرف حاصل ہوا اور عزت ملی ۔مقامی طور پر لوگ آپؒ کو اپنا بزرگ خیال کرتے اور اپنے تضادات میں آپؒ سے فیصلہ کرانا پسند کرتے ۔

جب آپؒ آدوکے چیمہ تشریف لائے تو اس آبادی کے لوگ عجیب وغریب توہم پرستی اور دیگر شرکیہ رسوم، رواج وعقائد میں مبتلا تھے۔ یہ لوگ ضعیف عقائد کے ساتھ مڑیوں کی پوجا کرتے تھے۔ مڑیاں ان جگہوں کو کہا جاتا ہے جہاں سکھ یا ہندو اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ان مردوں کے جلنے سے یہاں راکھ کا ڈھیر بن جاتا تھا جسے مقدس مقام سمجھ کر پوجا جاتا رہا ہے۔ تقسیم ہند کے بعد سکھ اور ہندو تو چلے گئے لیکن ان کی رسومات اس علاقے میں جڑ پکڑ چکی تھیں۔اسی طرح جہاں بنجر زمین سے چیونٹیاں بلوں سے مٹی نکال کر ڈھیر کر دیتی ہیں، وہاں قبر نما مٹی کا ڈھیر بن جاتا ہے، انہیں بھی مڑیاں کہا جاتا تھا۔اس جگہ کو بھی مقدس تصور کیا جاتا تھا۔ایسی جگہوں پر چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے۔اسی طرح کہیں کوئی درخت گر گیا تو یہ وہاں چڑھاوے چڑھاتے،آپؒ نے ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح پر خاصا کام کیا اور توحید کی تبلیغ کی۔

حج بیت اللہ کی سعادت ۱۹۸۷ء میں حاصل ہوئی۔آپؒ کو شاگردوں نے حرمین شریفین کی زیارات اور کچھ عمرے بھی کرائے۔آخری بار ایک شاگرد نے ۲۰۰۸ء میں عمرہ کرایا۔ آپؒ نے ۱۹۹۲ء میں مسجد کے ساتھ کچھ جگہ لے کر یہاں مدرسہ تعلیم القران للبنات کی بنیاد رکھی جس میں ۱۹۹۷ء سے تا حال آپؒ کی قاریہ، عالمہ فاضلہ بہو (اہلیہ جناب عبدالجبار ڈار صاحب) انتظامی وتدریسی امور سرانجام دے رہی ہیں۔اس مدرسہ سے سینکڑوں طالبات نے قرآن مجید کی ناظرہ، ترجمہ وتفسیر کی تعلیم پائی ہے جو سلسلہ بفضل خدا تا حال جاری وساری ہے۔

سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے آپؒ کا تعارف جوانی کے اولین ادوار میں ہوا۔اس گاؤں میں بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے ایک مرید میاں جی غلام رسولؒ تھے جن کے ذریعے آپؒ ۶۳ ۱۹۶۲ء میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ سے متعارف ہوئے، توحیدیہ تعلیمات پر عمل شروع کیا اور شادی سے قبل ہی بانی سلسلہؒ کے دست شفقت پر بیعت ہو کر سلسلہ عالیہ توحیدیہ میں راہ سلوک پر گامزن ہوئے۔اس دور میں سلسلہ کے ملتان اور لاہور میں ہونے والے سالانہ کنونشن میں بھی شریک ہوئے۔ جناب عبدالستار خانؒ شیخ سلسلہ کے منصب پر فائز ہوئے تو ان کے ہاتھ پر تجدید بیعت کر کے سلسلہ میں شامل رہے۔بعد ازاں آستانہ عالیہ توحیدیہ پر خاندانی قبضہ ہو گیا تو آپؒ نے بھی کنارہ کشی اختیار کی۔قبلہ جناب

محمد صدیق ڈار صاحبؒ کو شیخ سلسلہ کے منصب کی ذمہ داری سونپی گئی تو آپؒ نے رابطہ کر کے تجدید بیعت کی اور راہِ سلوک پر گامزن رہے۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے بارے میں ان کے مریدین میں سے اکثر کو یہ کہتے سنا گیا کہ انصاری صاحبؒ نے مولویوں کو اپنے سلسلہ میں قبول نہیں کیا۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان صاحب توحیدی نے ایک موقع پر اس بات کی وضاحت فرمائی: یہ ٹھیک ہے کہ باباجیؒ نے اپنے سلسلہ میں مولویوں کو قبول نہیں کیا لیکن اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ مولوی حضرات میں کوئی خامی ہوتی ہے۔ باباجیؒ ان کے بڑے قدردان تھے اور دین کے لئے ان کی خدمات کو بڑے اچھے الفاظ میں تسلیم کرتے تھے، کیونکہ مولانا حضرات سوال اور اعتراض بہت زیادہ کرتے ہیں اس لئے اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے وہ سلسلہ میں زیادہ دیر ٹھہر نہیں پاتے۔ اس تناظر میں اگر آپؒ کی شخصیت کو دیکھا جائے تو آپؒ مولانا تھے اور ساری زندگی سلسلہ توحیدیہ سے وابستہ رہے۔ بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے آپؒ اپنے دور میں شاید واحد عالم دین تھے جو سلسلہ توحیدیہ میں قائم دائم رہے۔ آپؒ کی طرف سے کبھی کسی پر نکتہ چینی، اعتراض، اختلافی رائے یا قول و فعل سے ناپسندیدگی کا اظہار نہیں ہوا۔ ساری زندگی مریدین سلسلہ کے درمیان پریم پریت سے گزری، سب پیر بھائیوں نے آپؒ کو سلسلہ توحیدیہ میں ایک بزرگ کی عزت دی۔

بانیٔ سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی زندگی میں سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے اجتماعات میں آپؒ کو نماز کی امامت اور جمعہ کا خطبہ دینے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (دوم) جناب عبدالستار خانؒ کے دور میں آستانہ عالیہ توحیدیہ پر ہونے والے اجتماعات میں بھی نماز کی امامت اور جمعہ کا خطبہ آپؒ دیتے رہے۔ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے دور میں آپؒ آدمکے چیمہ میں کئی سال خادم حلقہ رہے۔ آپؒ کو قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ نے مورخہ ۱۵ اپریل ۲۰۰۲ء کو اپنا مجاز مقرر کرتے ہوئے تحریری پروانہ جاری فرمایا۔ نومبر ۱۹۹۷ء سے جنوری ۲۰۰۸ء تک آپؒ کا نام سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیمات کے علمبردار ماہوار مجلّہ فلاح آدمیت کی مجلس ادارت میں آتا رہا۔ مرکز تعمیر ملت گوجرانوالہ میں سالانہ کنونشن کے موقع پر آپؒ جمعہ کا خطبہ دیتے جو

قدرے مختصر، جامع اور توحیدیہ تعلیمات کی بہترین عکاسی کرتا، نماز کے اوقات میں اکثر آپؒ نے امامت کرائی۔ آپؒ کی شخصیت سے کبھی کسی غیرضروری بات، خودنمائی کی حرکات، یا کسی مخصوص ذاتی سوچ کی تبلیغ کا شائبہ تک کسی کو نہ ہوا۔ ایک سیدھے سادے توحیدی کی طرح شاندار وقت گزارا۔

توحیدیہ تعلیمات میں بیان کردہ معمولات ذکر آپؒ کی زندگی کا جزو تھے۔ ذکر نماز تہجد سے قبل پسند کرتے اور اسے اپنا معمول بنایا، یہ تسلسل آخری وقت تک جاری رہا۔ تین شب و روز کی نوافل میں قرآن پاک ختم کرنا آپؒ کا معمول رہا ہے۔ صبح تہجد اور چاشت کے نوافل، اور اوابین کے نوافل بعد از نماز مغرب کا خاص اہتمام کرتے رہے۔ تلاوت قرآن کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہ تھا یا دوسرے الفاظ میں تلاوت قرآن پاک جب وقت ملا، دل چاہا، شروع کیا اور اسی میں مشغول رہے۔ تلاوت بہت زیادہ کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں اعتکاف کرتے۔ رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شبینہ آپؒ کا معمول تھا جس میں ایک قرآن پاک پانچ طاق راتوں میں ختم کرتے۔

ذکر کے دوران آپؒ کی آواز قدرے بلند رہتی۔ پیرانہ عمری کے باوجود آواز میں کڑک اور پختگی برقرار رہی۔ قرآن پاک سے آپؒ کا خصوصی لگاؤ تھا۔ بچپن سے حافظ قرآن تھے، قرآن پاک کی تعلیم و تدریس اور تفسیر میں زندگی گزری، اور قرآن مجید سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ راقم کو لاہور سے کراچی آپؒ اور دیگر چند بھائیوں کے ساتھ بذریعہ ریل گاڑی سفر کا موقع ملا۔ دوران سفر آپؒ کی دو ہی مصروفیات نظر آئیں۔ یا لیٹے ہیں یا قرآن پاک پڑھ رہے ہیں، اس کے علاوہ تیسرا کوئی کام یا بات نظر نہ آئی۔

آپؒ نے مذہبی گھرانہ میں آنکھ کھولی، دینی مدرسہ جات کے ماحول میں پرورش پائی، آپؒ کی زندگی میں توحیدیہ سوچ و تعلیمات کا اثر واضح نظر آتا ہے۔ آپؒ نے اپنی اولاد میں سب کو دینی تعلیم خود دی۔ قرآن پاک ناظرہ، ترجمہ و تفسیر خود پڑھایا۔ دنیاوی تعلیم کی طرف سب کی حوصلہ افزائی اور مکمل سرپرستی کی۔ آپؒ کی اولاد میں ہمہ جہتی تعلیم اور تعلیمی رجحانات کا ایک حسین امتزاج ہے۔ کوئی عالم فاضل، داعیٔ دین و مربی ہے تو کوئی قاریہ، عالمہ فاضلہ، اور استاد دینی مدرسہ برائے طالبات ہیں۔ کسی نے کچھ کم تعلیم حاصل کی تو کسی نے

سائنس و آرٹس کے مضامین میں گریجوایشن، ماسٹرز و ایم فل کیا، کسی نے مسلح افواج میں خدمات سرانجام دیں تو کسی نے دیگر ذرائع روزگار سے گزر بسر کیا، کوئی ایک شہر آباد ہے تو کوئی کسی دوسرے شہر۔ المختصر دینداری، شرافت اور سادگی گھر کے تمام افراد کا شعار ہیں۔

بعض اوقات اس تاثر کو ہوا دی جاتی ہے کہ دینی مدارس سے وابستہ لوگ راسخ العقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ قدرے سخت گیر، سوچ و فکر میں تنگ نظر، اور تحمل و برداشت سے عاری ہوتے ہیں۔ اگر ایسا کچھ بھی نہ ہو تو پھر بھی کسی فرقہ سے گہری وابستگی تو لازم خیال کی جاتی ہے۔ بنظر غائر اگر آپؒ کی زندگی اور آپؒ کے گھرانہ کے احوال کا مشاہدہ کیا جائے تو حیران کن حد تک آپؒ کا گھرانہ ایک مثالی مذہبی سوچ و فکر کا حامل نظر آتا ہے۔ بنیادی طور پر سب ہی دین دار، سادہ، صلح جو اور شریف الطبع ہیں۔ آپؒ براہ راست دیوبندی مکتبہ فکر کے لوگوں اور اداروں کے ساتھ وابستہ رہے مگر دیوبندی فرقہ کی وہ مخصوص مذہبی چھاپ کہیں نظر نہیں آتی۔ گفت و شنید میں بھی بڑی صاف اور سادہ بات کرتے نظر آئے۔ فرقہ وارانہ، مسلکی یا گروہی خیالات کی تبلیغ و تشہیر نہ خود کبھی کی اور نہ ہی کبھی ایسی باتوں میں شریک نظر آئے۔

آپؒ خود تو حیدی فقیر تھے، آپؒ کی اولاد میں بڑے صاحبزادے عبدالستار ڈار کہیں باقاعدہ بیعت نہیں مگر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے پروگرامات میں شرکت کرتے ہیں، عبدالجبار ڈار شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب خان توحیدی مدظلہ سے بیعت ہو کر سلسلہ میں خاصے متحرک ہیں، نوید احمد ڈار شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ (سوم) قبلہ جناب محمد صدیق ڈار توحیدیؒ کے دور سے بیعت ہو کر سلسلہ میں تا حال شامل ہیں۔ چوتھے صاحبزادے تصوف کی طرف بالکل مائل نہیں۔ آپؒ کی صاحبزادی ثمینہ پروین کے میاں سلسلہ توحیدیہ میں بیعت ہیں۔

آپؒ نے اولاد کی شادیوں بالخصوص بیٹیوں کی شادیوں میں بھی کسی فرقہ وارانہ سوچ وخیالات کا دخل نظر نہیں آتا۔ آپؒ کی صاحبزادیوں میں بھی اپنے سسرال کی نسبت سے ملا جلا مذہبی رجحان ہے۔ کوئی اہل حدیث مکتبہ فکر کے قریب ہیں تو کوئی بریلوی یا دیوبندی مکتبہ فکر سے قدرے مماثلت رکھتے ہیں۔ کوئی کسی سلسلہ تصوف میں کہیں بیعت ہیں، کوئی کسی کی بیعت نہیں، تو کوئی بیعت کے قائل ہی نہیں۔ حسب سہولت و فرصت سب کے باہمی تعلقات قربت و رشتہ داری بخوبی قائم و دائم ہیں۔

آپؒ نے آخری مرتبہ ۲۰۰۸ء میں آنے والے ماہ رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھائی۔عید کے روز عید گاہ میں طبعیت خراب ہوگئی۔دل میں گھبراہٹ ہوئی، خیال کیا گیا کہ شاید گرمی کی وجہ سے ہے۔طبی امداد کے لئے ہسپتال لے جایا گیا۔ابتدائی طبی معائنہ میں جگر کا عارضہ تشخیص ہوا۔وفات سے قبل تین ماہ علیل رہے۔جگر ٹرانسپلانٹ تجویز ہوا، آپؒ نہ مانے، اہل خانہ کو تسلی دی کہ اگر شفاء نصیب میں ہے تو ان شاءاللہ ایسے ہی ہو جائے گی علالت کے دوران راولپنڈی، لاہور اور گوجرانوالہ سے علاج معالجہ جاری رہا، ہومیو پیتھک ادویات بھی استعمال کرتے رہے۔کہا جاتا ہے کہ صحتیاب ہو گئے، دوا تک چھوٹ گئی۔

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔اللہ والوں کا آخری وقت بھی قابل رشک ہوتا ہے۔
وفات کی رات قبل از وقت نماز تہجد آپؒ کی طبعیت خراب ہوئی، دونوں بڑے صاحبزادے اور ایک صاحبزادی پاس تھے۔آپؒ کے کمرے میں لائٹ بند تھی لیکن کمرے میں ایک روشنی نمودار ہوئی جس کے بعد آپؒ نے اپنے بچوں سے کہا: یار! مجھے لینے آئے ہوئے ہیں، میرے جسم کے ساتھ کوئی ناپاکی ہے۔بڑے صاحبزادے نے تولیا گیلا کر کے جسم پر پھیرا۔آپؒ نے قرآن پاک پڑھنا شروع کر دیا۔اہل خانہ میں جذباتی منظر تھا۔آپؒ نے آخری الفاظ بچوں سے کہے کہ خاموش ہو جاؤ، رونا نہیں ہے۔گھر میں ایک آدھ دن پہلے آب زم زم آیا تھا، ان کو چمچ سے وہ دیا گیا۔سب سورۃ یٰسین پڑھ رہے تھے۔اسی دوران آپؒ کی روح جسد خاکی سے پرواز کر گئی۔یہ ۲۸ جنوری ۲۰۰۹ء بروز بدھ نماز تہجد کا وقت تھا جب آپؒ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔آپؒ کی اہلیہ آپؒ سے پہلے ۳۱ دسمبر ۲۰۰۸ء بروز بدھ کو فوت ہوئیں۔

آپؒ کی نماز جنازہ فاضل دارالعلوم دیوبند مولانا محمد فیروز خان نے پڑھائی جو آپؒ کے دیرینہ دوست اور شروع سے قریبی ساتھی تھے۔تحصیل ڈسکہ کی تاریخ میں آپ کا ایک بڑا جنازہ تھا جس میں ہزاروں شاگردوں اور دوست احباب شریک ہوئے۔آپؒ کی تدفین مقامی شرقی قبرستان میں ہوئی۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

التحیات کا پس منظر

(محمد علی شاہ بخاری ایڈووکیٹ)

کیا آپ التحیات کا پس منظر جانتے ہیں کہ ہم کیوں نماز میں اسے پڑھتے ہیں؟
میرے سامنے سے یہ پس منظر گزرا تو دماغ روشن ہو گیا کیونکہ آج تک تو صرف نماز میں محض یاد کی ہوئی تسبیح کے طور پر پڑھ لی جاتی تھی۔ کبھی مطلب اور پس منظر پر غور ہی نہیں کیا۔
التحیات ایک اہم دعا ہے جسے ہم اپنی روز کی نماز میں دہراتے ہیں۔ درحقیقت التحیات اس مکالمے کا ایک حصہ ہے جو دوران معراج اللہ رب العزت اور اس کے محبوب محمد ﷺ کے مابین ہوا۔
جب حضرت محمد ﷺ اللہ رب العزت سے ملے تو آپ ﷺ نے السلام علیکم نہیں کہا۔ کوئی اس ذات کو کیسے سلام کہے جو بذات خود پیکر سلام ہے؟ ہم اسے سلام نہیں کر سکتے کیونکہ ساری سلامتیوں کا خالق وہ خود ہے لہٰذا

رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ.
تمام زبانی بدنی و مالی عبادات اللہ کے لئے ہیں۔
اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَيْکَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ
اے اللہ کے نبی! آپ پر اللہ کا سلام اور برکتیں ہوں۔
اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ.
سلام ہو ہم پر اور اللہ کے صالح بندوں پر۔
نوٹ: آپ ﷺ نے "ہمیں" بھی اس جواب میں شامل کیا (اور اللہ کے صالح بندوں پر)۔
اللہ عزوجل اور اس کے حبیب ﷺ کے مابین یہ مکالمہ سن کر فرشتوں نے کہا:
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.
میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔ (سبحان اللہ)

آخری پیغام

(محمد ریاض)

پاکستان میں اس وقت بہت ساری ملٹی نیشنل کمپنیاں موجود ہیں، جن میں زیادہ تعداد امریکی کمپنیوں کی ہے۔ عام تاثر ان کے بارے میں یہی ہے کہ یہ ساری کمپنیاں یہودیوں کی ملکیت ہیں اور اسرائیل کو فنڈنگ کرتی ہیں، ان کی کمائی کا بڑا حصہ اسرائیل کو جاتا ہے جسے وہ فلسطینیوں کی نسل کشی، دیگر اسلامی ملکوں میں بدامنی پھیلانے، اپنے مخالفین کو قتل کرنے، اور دنیا بھر میں اسرائیلی مفادات کو تحفظ دینے کے لئے استعمال کرتا ہے۔

پاکستان میں عموی طور پر ان کے خلاف سوشل میڈیا مہم جاری رہتی ہے لیکن بدقسمتی سے یہ ساری مہم جوئی سوشل میڈیا تک محدود رہتی ہے۔ شاذ ہی اس کا اثر یا عمل دیکھنے کو ملتا ہے میں نے خود بھی کبھی ایسی مہم یا ٹرینڈ کو سنجیدہ نہیں لیا۔ کبھی اپنے سوشل میڈیا اکاؤنٹ سے ان کے خلاف کوئی پوسٹ نہیں کی۔ میرے خیال میں یہ ایک فضول چیز تھی۔ دوسرے پاکستان جیسے ملک میں جہاں دو نمبر اور غیر معیاری اشیاء کی بھرمار ہے، یہ کمپنیاں نسبتاً بہتر اور اچھی پروڈکٹ مارکیٹ میں لاتی ہیں جو مناسب قیمت پر ہر جگہ دستیاب ہوتی ہیں۔ لہذا چونکہ ان کا متبادل موجود نہیں، اس لئے ان کے بائیکاٹ کا کوئی فائدہ ہی نہیں بلکہ الٹا ایک طرح سے نقصان ہے اگر ان کمپنیوں نے اپنا کام ملک سے سمیٹ لیا تو نہ صرف ہمیں معیاری پروڈکٹ سے ہاتھ دھونے پڑیں گے بلکہ ان سے منسلک بہت سارے لوگ بے روزگار بھی ہو جائیں گے جو کہ ملکی معیشت کے لئے ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن یہ ساری باتیں اس وقت ختم ہو گئیں جب میں نے

بھائی احمد رضا خان صاحب کا وہ اداریہ پڑھا جوان کی طرف سے لکھا گیا آخری اداریہ تھا۔ میں نے اسے کئی بار پڑھا۔میں ان کی طرف سے کوئی خفیہ پیغام اس میں ڈھونڈ نے کی کوشش کر رہا تھا جو آخر میں ان کی طرف سے ہم سب کے لئے لکھا گیا ہولیکن جو پیغام ملا وہ بڑا واضح تھا۔اگر وہ زندہ ہوتے تو یقینا میں یہی سمجھتا کہ احمد رضا خان صاحب بھی بہت سارے پاکستانیوں کی طرح سوشل میڈیا پر چلائی جا رہی مہم سے متاثر ہو گئے ہیں، میں ضروران سے بات کرتا،اس حوالے سے اپنے خدشات ان تک پہنچاتا لیکن بدقسمتی سے جب میں یہ پیغام پڑھ رہا تھا، وہ موجودنہیں تھے۔اور چونکہ مجھےان کا آخری پیغام مل چکا تھالہذا اب کوئی چارہ کار اس کے علاوہ نہیں تھا کہ میں سنجیدگی کے ساتھ ان کے اس پیغام پر عمل پیرا ہو جاؤں جو مجھ سے بہتر،زیادہ باعمل،زیادہ باکردار،اورزیادہ مخلص آدمی کی طرف سے دیا گیا تھا۔

چونکہ گھر کا سوداسلف لانے کی ذمہ داری میری تھی لہذا میرے لئے آسان تھا کہ چیزوں کی لسٹ بناؤں اور ایک ایک کر کے ان کی متبادل چیزوں کو گھر میں لے آؤں۔لیکن جب میں نے اسے شروع کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ یہ انتہائی مشکل کام ہے۔گھر کی خواتین میرے ان تجربات سے خاصی ناخوش ہوئیں، ان کی طرف سے سخت مزاحمت کا مجھے سامنا کرنا پڑا لیکن 'ہمت مرداں،مدد خدا' کے مصداق میں نے بھی ہمت نہیں ہاری اور اپنا کام جاری رکھا۔

سب سے پہلے میں نے چائے کو تبدیل کیا۔چائے چھوٹے بڑے ہر گھر میں استعمال ہوتی ہے اور ناشتے کا ایک اہم جزو ہے۔جب بھی میں کوئی نئی چائے لے کر آتا تو اسے یہ کہہ کر مسترد کر دیا جاتا کہ اس کا ذائقہ ٹھیک نہیں ہے،اس کا رنگ اچھا نہیں ہے،اس کی پیکنگ صحیح نہیں ہے،یا اس کی قیمت مناسب نہیں ہے۔آخر کار ایک چائے کی پتی سب کو پسند آ گئی اور وہ پچھلے دو ماہ سے ہمارے استعمال میں ہے،ابھی تک گھر کے کسی کونے سے اس کے

خلاف آواز بلند نہیں ہوئی۔ وائیٹل ٹی پاکستان کی ایک بہترین چائے ہے جو مختلف ذائقوں میں دستیاب ہے۔ آپ اسے آن لائن بھی منگوا سکتے ہیں۔ رعایتی قیمت کے ساتھ فری ڈیلیوری کی سہولت بھی ہے۔

دوسری چیز جسے بدلنے میں مجھے کامیابی ہوئی وہ ٹائلٹ سوپ (نہانے والا) صابن ہے میں ایک عرصے تک صابن بنانے والی ایک فیکٹری میں ملازم رہا تھا اس لئے صابن کے انتخاب میں کوئی زیادہ پریشانی نہیں ہوئی۔ عام استعمال کے لئے اب ہم لوگ 'کیپری سوپ' استعمال کرتے ہیں۔ واشنگ پاؤڈر کو تبدیل کرتے ہوئے مجھے خاصا تردد کرنا پڑا۔ کئی ایسے تھے جو کپڑوں کے رنگ خراب کر رہے تھے، کسی سے میل ہی نہیں اترتا تھا۔ ایک میں کاسٹک سوڈا بہت زیادہ تھا، بیگم کے ہاتھ اس قدر خراب ہوئے کہ انہیں دستانے پہن کر کام کرنا پڑتا تھا کافی تگ و دو کے بعد 'صوفی سرف' آخر کار گھر والوں کو پسند آ گیا، اب وہی استعمال میں ہے ابھی بھی کافی ساری چیزیں ہیں جو تبدیل ہونے والی ہیں، جن میں کوکنگ آئل، بناسپتی گھی، بسکٹ، نوڈلز، ڈش واشنگ بار، ٹوتھ پیسٹ، برش اور شیمپو وغیرہ شامل ہیں۔

یقین کریں یہ سب کرنا بہت آسان ہے لیکن ان مظالم کا سامنا کرنا جو فلسطینی مسلمانوں پر اس وقت کئے جا رہے ہیں، بڑا مشکل اور دل گردے کا کام ہے۔ ہم ان کے لئے دعا نہیں کر سکتے بلکہ اپنی طرف سے یہ ایک کوشش بھی ہے جو ہم سب کو مل کر کرنی ہے۔ اگر ہم ثابت قدم رہے تو ہو سکتا ہے کہ آنے والے دنوں میں یہ کمپنیاں اپنی قیمتیں مزید کم کر دیں لیکن ہم ان کے کسی جھانسے میں نہیں آئیں گے اور ان کا بائیکاٹ جاری رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی احمد رضا خان صاحب کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ان کی طرف سے ملنے والے اس آخری پیغام کو نہ صرف یاد رکھیں گے بلکہ اس پیغام کو باقی لوگوں تک بھی پہنچائیں گے۔ ان شاء اللہ۔

حجۃ اللہ البالغہ

(مبحث اول: تکلیف شرعی اور جزا وسزا کے بیان میں)

(عربی: شاہ ولی اللہ، ترجمہ: مولانا خلیل احمد بن مولانا سراج احمد)

باب ۲: روح کی حقیقت کے بیان میں:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ وَمَا اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا۔ (سورۃ بنی اسرائیل ۱۷۔ آیت ۸۵)

ترجمہ: تجھ سے روح کا حال پوچھتے ہیں (یہودی) تو کہہ روح میرے پروردگار کے عالم امر کی چیز ہے اور تم کو صرف تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے اعمش نے وَمَا اُوۡتُوۡا مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا پڑھا ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت میں یہودیوں سے خطاب ہے جنہوں نے روح کا حال دریافت کیا تھا۔ اس آیت میں اس کی تصریح نہیں ہے کہ امت مرحومہ میں سے روح کا حال کوئی جانتا ہی نہیں ہے جیسا کہ لوگوں کا خیال ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ شرع نے جس چیز کا کوئی حکم بیان نہ کیا ہو وہ معلوم ہی نہ ہو سکے بلکہ شرع میں اکثر اس وجہ سے سکوت کیا جاتا ہے کہ اشکال کی وجہ سے عام لوگ اُس کے برتاؤ کے قابل نہیں ہوا کرتے اگرچہ بعض بعض اس کو سمجھ سکتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ روح کے متعلق اولاً یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ حیوان میں زندگی کا باعث ہوا کرتی ہے جب حیوان میں روح ڈال دی جاتی ہے تو وہ زندہ ہو جاتا ہے اور جب نکال لی جاتی ہے تو وہ مر جایا کرتا ہے۔ اس کے بعد غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بدن میں ایک لطیف بھاپ ہے جو اخلاط کے خلاصہ سے پیدا ہوتی ہے۔ حس کرنے کی، حرکت کرنے کی اس میں وہ سب قوتیں ہوتی ہیں جو تدابیر غذا کے متعلق ہیں۔ طب کے احکام کو اس بھاپ سے بڑا تعلق ہے۔ تجربے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس بھاپ کے رقیق ہونے کا اور غلیظ ہونے کا صاف اور مکدر ہونے کا بدنی قوتوں پر اور ان افعال پر جو ان قوتوں سے پیدا ہوتے ہیں، بڑا اثر پڑتا ہے۔ اگر اس عضو پر یا اس بھاپ کے پیدا ہونے پر جس کو عضو سے تعلق ہے کوئی آفت پہنچتی ہے تو وہ بھاپ بگڑ جاتی ہے۔ اُس کے کام مختل اور پریشان ہو جاتے ہیں۔ اس بھاپ کی موجودگی سے زندگی باقی رہتی ہے اور اُس کے تحلیل ہو جانے سے موت ہو جاتی ہے۔ بادی النظر میں روح اسی کا نام ہے لیکن غور رس نظر میں یہ روح کا ادنیٰ طبقہ ہے۔

بدن میں اس کی مثال ایسی ہے جیسی گلاب میں پانی اور کوئلہ میں آگ۔

پھر جب زیادہ غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روح، روح حقیقی کا مرکب ہے اور روح حقیقی کے بدن سے متعلق ہونے کا مادہ ہے۔اس لئے کہ ہم بچہ کو دیکھتے ہیں کہ وہ جوان ہوتا ہے، بڑھا ہو جاتا ہے اور اس کے بدنی اخلاط میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور جو روح ان اخلاط سے پیدا ہوتی ہے وہ ہزار درجہ پہلے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔کسی حالت میں وہ لڑکا صغیر سن ہوتا ہے پھر وہ بڑا ہو جاتا ہے کبھی اس کا رنگ سیاہ ہوتا ہے، کبھی گورا ہوتا ہے، کبھی وہ جاہل ہوتا ہے، پھر عالم ہو جاتا ہے اور ان کے علاوہ اُس کے اکثر اوصاف میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن اس کے وجود میں کوئی تغیر نہیں ہوتا ،وہ وہی رہتا ہے۔

اور اگر ان اوصاف کے تبدل اور عدم تبدل میں مناقشہ کیا جاوے تو ہم اُن تغیرات کو فرضی طور پر تسلیم کرتے ہیں تو اس وقت میں بھی لڑکا وہی رہے گا جو پہلے تھا یا ہم یہ کہیں گے کہ ہم ان اوصاف کو اپنے حال پر باقی رہنے کا یقین نہیں کرتے اور لڑکے کا بعینہ باقی رہنے کا یقین کرتے ہیں اس لئے لڑکے کی ذات ان اوصاف کے خلاف ہے۔اب ہم کہتے ہیں کہ وہ چیز جس کی وجہ سے وہ لڑکا بعینہ وہی لڑکا باقی رہا یہ روح بخاری نہیں ہو سکتی اور نہ بدن اور وہ چیزیں ہو سکتی ہیں جو کہ اس کے مشخص ہونے کی باعث ہیں اور ظاہر نظر میں دیکھی جاتی ہیں بلکہ روح ایک جدا گانہ چیز ہے۔وہ ایک نورانی نقطہ ہے ان تمام متغیرات سے جن میں سے بعض جوہر ہیں بعض عرض اس کا ڈھنگ نرالا ہے۔وہ بچہ ہونے کی حالت میں بھی ویسی ہے جیسی بڑے ہونے کی حالت میں جیسے کہ وہ سیہ رنگی کی حالت میں ہے ایسے ہی سپیدی کی حالت میں ہے، ایسے ہی وہ تمام اضداد کی حالت میں یکساں ہے۔اس کو ابتداء روح ہوائی سے تعلق ہے اور ثانیاً بدن سے اس لئے کہ بدن روح ہوائی سے مرکب ہے وہ عالم قدس کا ایک وزن ہے جب روح ہوائی میں قابلیت اور استعداد پیدا ہو جاتی ہے تو اس روح سماوی کا اس پر نزول ہوتا ہے۔

جن امور میں کہ تغیر پیدا ہوتا ہے وہ زمین کی مختلف استعدادوں کی وجہ سے ہے کہ دھوپ کپڑے کو سپید کر دیتی ہے اور دھوبی کو سیاہ اور ہم کو وجدان صحیح سے معلوم ہو گیا ہے کہ موت روح حیوانی کا بدن سے جدا ہونے کا نام ہے جس وقت کہ بدن میں روح ہوائی پیدا کرنے کی قوت نہیں رہتی۔ روح ہوائی سے تعلق قدسی کے جدا ہونے کا نام نہیں ہے۔جب مضعف امراض سے روح ہوائی تحلیل ہو جاتی ہے تو یہ حکمت الٰہی کا مقتضا ہے کہ روح حیوانی اس قدر باقی رہ جایئے کہ روح الٰہی کا اُس سے تعلق رہ سکے جیسے کہ تم شیشہ سے ہوا کو چوس لیتے ہو تو حتی الامکان اس میں تخلخل پیدا ہو جاتا ہے پھر تم اس کے بعد ہوا کو نکال نہیں سکتے یہاں تک کہ اخیر میں شیشہ ٹوٹ جاتا ہے، یہ صرف اس راز کی وجہ سے ہے جو خدا نے ہوا کی طبعیت اور سرشت میں رکھا ہے۔ایسے ہی روح ہوائی ایک راز اور اندازہ ہے کہ اس سے تجاوز نہیں ہو سکتا۔

مرنے کے بعد روح ہوائی کو از سر نو زندگی ہوتی ہے اور روح الٰہی کے فیضان سے اُن امور میں جو حس مشترک کے ذریعہ سے اس میں باقی رہ گئے تھے ایک طاقت جدید پیدا ہوتی ہے اور عالم مثال "یعنی اُس قوت کے ذریعہ سے جو کہ مجرد اور محسوس کے مابین ہے اور افلاک میں پھیلی ہوئی ہے" کی امداد سے وہ روح ہوائی ایک نورانی یا تاریک لباس پہن لیتی ہے اور اس طرح پر عالم برزخ کے عجائبات نمودار ہو جاتے ہیں پھر جب صورتوں میں روح ڈالی جائے گی، ویسا ہی فیضان پھر ہوگا جیسے کہ ابتداء عالم میں ہوا تھا اور روحیں بدنوں میں ڈالی گئیں تھیں اور عالم موالید کی بنیاد قائم کی گئی تھی تو اس وقت روح الٰہی کے فیضان سے روح ایک جسمانی لباس پہن یا ایسا لباس جو جو عالم مثال اور جسم کے بین بین ہوگا پھر پہن لے گی اور جو کچھ صادق مصدوق علیہ افضل الصلوات و ایمن التحیات نے خبریں بیان کی ہیں سب کا حصول ہوگا اور جو کہ روح ہوائی ایک متوسط شے روح الٰہی اور بدن آدمی کے بیچ میں ہے۔ اس واسطے ضرور ہے کہ اس کا رخ اس طرف بھی ہو اور اس طرف بھی اور جو اس کا رخ عالم قدس کی جانب مائل ہے اُس کا نام ملکی حالت ہے اور جو زمین کی جانب ہے اُس کا نام بہیمیت ہے مناسب ہے کہ روح کی حقیقت کے متعلق انہیں مقدمات پر اکتفا کیا جاوے تا کہ اس علم میں اس کی تسلیم کے بعد تفریعات کی جائیں اور اس علم سے ایک زیادہ بلند مرتبہ علم میں اُس کے چہرہ سے پردہ اُٹھایا جاوے۔ واللہ اعلم۔

باب ۲: سر التکلیف:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے: إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً. لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُوراً رَّحِيماً. (سورۃ الاحزاب ۳۳۔ آیت ۷۲۔۷۳)

ترجمہ: ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ اُنہوں نے اس کو برداشت کرنے سے انکار کیا اور اُس سے خوفزدہ ہو گئے اور آدمی نے اُس امانت کو برداشت کر لیا بیشک آدمی بڑا ظالم اور نادان ہے تا کہ خدا منافقوں اور منافق عورتوں کو اور مشرکوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مسلمانوں اور مسلمان عورتوں کی توبہ قبول کرے، خدا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

غزالی اور بیضاوی نے تنبیہ کی ہے کہ امانت سے مراد مکلّف ہونیکی ذمہ داری ہے۔ اس طرح پر کہ اطاعت اور نافرمانی احکام سے ثواب یا عذاب کا استحقاق ہو سکے اور آسمانوں اور زمین پر ان کے پیش کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان کی استعدادوں کا اندازہ کیا گیا کہ ایسے کاموں کے کرنے یا نہ کرنے کا مادہ اُن میں ہے یا نہیں ہے اور اُن کے انکار کرنے سے یہ غرض ہے کہ اُن کی طبیعت میں اس کام کی لیاقت اور استعداد نہ تھی۔ اور یہ جو فرمایا کہ آدمی نے اُس امانت کو برداشت کر لیا اس سے یہ مراد ہے کہ

اس میں ان امور کی انجام کی ذاتی صلاحیت تھی۔ میں کہتا ہوں اس معنی کے لحاظ سے اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوماً جَہُولاً گویا حکم سابق کی علت ہے اس لئے کہ ظالم اُس کو کہتے ہیں کہ جس میں انصاف وعدل کرنے کی قابلیت ہو لیکن پھر بھی انصاف نہ کرے اور جہول اُس کو کہتے ہیں کہ باوجود قابلیت کے ناواقف ہو اور علاوہ آدمی کے بعض چیزیں عالم اور عادل ہیں کہ ظلم اور جہل کا ان تک گزر نہیں ہے جیسے کہ فرشتے اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ نہ وہ عالم وعادل ہیں اور نہ اُن میں علم وعدل کا مادہ ہے جیسے چہار پائے۔

مکلّف ہونے کے قابل وہی چیز ہو سکتی ہے جس کا کمال بالقوۃ ہو۔ نہ بالفعل۔

اور لِیُعَذِّبَ میں لام بمعنی عاقبت ہے یعنی اُسی امانت کے متحمل ہونے کا انجام عذاب کرنا اور آرام دینا ہے اور حقیقۃ الامر کا پورا انکشاف فرشتوں کی حالت اور اُن کے تجرد کے خیال کرنے سے ہوتا ہے۔ اُن کی حالت میں نہ وہ کیفیت مزاحمت کرتی ہے جو قوۃ بہیمیہ کی تفریط سے پیدا ہوتی ہے جیسے گرسنگی، خوف، رنج اور نہ وہ جو اس قوت کے افراط سے پیدا ہوتی ہے جیسے مجامعت کی حرص، غصہ، تکبر۔ نہ اُن کو تغذیہ بہیمیہ کا اہتمام کرنا پڑتا ہے ہمیشہ وہ اس انتظار میں محو رہتے ہیں کہ عالم بالا سے ان پر کیا وارد ہوتا ہے جب ہی کہ اُن پر عالم بالا سے کوئی حکم مترشح ہوتا ہے خواہ وہ کسی انتظام مطلوب کا قائم کرنا ہو یا کسی چیز سے خوشنودی یا کسی سے ناگواری تو اُنکے قویٰ اس سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ ہمہ تن وہ اُس کی اطاعت کرتی ہیں جو اُس کا مقتضاء ہوتا ہے اُس کے لئے وہ آمادہ ہو جاتی ہیں وہ اُن امور کے اہتمام میں اپنے نفسانی ارادوں سے بیخود ہوتے ہیں اور عالم بالا کی مراد پر ثابت رہتے ہیں۔

اس کے بعد بہایم کی حالت کو خیال کرو کہ وہ رذیل ہیئتوں سے ملوث رہتے ہیں اپنی طبعی خواہشوں پر شیفتہ ہوتے ہیں اُنہیں میں محو رہتے ہیں جب اُن میں کوئی آمادگی ہو گی وہ ایسی ہی کوئی بہیمی آمادگی ہو گی جس کا مال کوئی بدنی نفع ہو گا یا طبعیت کے موافق کسی چیز کا دفع کرنا۔

ان دونوں کے بعد معلوم کرنا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ نے اپنی روشن حکمت کی وجہ سے آدمی میں دو قوتیں عطا کی ہیں۔ ایک ملکی روح طبعی پر جو تمام بدن میں منتشر ہے جب روح انسانی کا فیضان ہوتا ہے تو یہ قوت پیدا ہوتی ہے۔ روح طبعی اس فیضان کو قبول کر کے مغلوب ہو جاتی ہے۔ دوسری قوت بہیمی ہے جو کہ نفس حیوانی میں پیدا ہوتی ہے جو تمام حیوانوں میں یکساں پائی جاتی ہے۔ جو قوتیں کہ روح طبعی میں قائم ہیں وہ اس حیوانی میں منقش ہوتی ہیں۔ روح طبعی خود مستقل طاقت رکھتی ہے اور روح انسانی اُس کے احکام کو قبول کر لیتی ہے۔

اس کے بعد یہ معلوم کرنا چاہئے کہ ان دونوں قوتوں میں باہم مزاحمت ہے اور ہر ایک کی کشش مختلف ہے ملکی طاقت بلندی کی طرف کشش کرتی ہے اور بہیمی پستی کی جانب۔ جب بہیمی کا ظہور ہوتا ہے اور اس کے اثر پر زور ہو جاتے ہیں تو ملکی کے جذبات مخفی ہو جاتے ہیں اور ایسے ہی اس

کے خلاف میں ہوتا ہے اور پروردگار جل شانہ کو انتظام عالم کے ساتھ توجہ خاص ہے۔ ہر چیز کی استعداد ذاتی اور کسبی جس قسم کی درخواست کرتی ہے اُسی کا خداوند کریم افاضہ فرماتا ہے۔ جب کوئی بہیمی جذبات کو کسب کرتا ہے تو ویسے ہی اُس کو مدد پہنچتی ہے اور جو امور اس کے مناسب ہوتے ہیں وہی اُس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ملکی جذبات کو کسب کرتا ہے تب بھی اسی قسم کی امداد اس کو پہنچتی ہے اور اُسی کے موافق امور اُس کے لئے آسان ہو جاتے ہیں جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے:

فَأَمَّا مَنْ أَعْطَى وَاتَّقَىٰ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَىٰ فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْيُسْرَىٰ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَىٰ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَىٰ. فَسَنُيَسِّرُهُ لِلْعُسْرَىٰ. (سورۃ الیل ۹۲۔ آیات ۱۰۔۵)

"جو کوئی کچھ دے گا اور پرہیز گار رہے گا اور نیکی کی تصدیق کرے گا تو ہم سہولت کو اُس کے لئے آسان کر دیں گے اور جو کوئی بخیلی کرے گا اور بے پرواہ ہو جاوے گا اور نیکی کی تکذیب کرے گا ہم دشواری کو اُس کے لئے آسان کر دینگے۔"

اور فرمایا: كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَاءِ وَهَٰؤُلَاءِ مِنْ عَطَاءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَاءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا. (سورۃ الاسراء ۱۷۔ آیت ۲۰)

"اور سب کو ہم مدد دیتے ہیں اور تیرے رب کی بخشش روکی نہیں گئی ہے۔"

ہر ایک قوت کے لئے جدا جدا تکلیف اور لذت ہے۔ لذت اپنی مناسب کیفیت کو ادراک کرتا ہے اور تکلیف اپنی حالت کے ناموافق کیفیت کا ادراک کرتا ہے۔ آدمی کی حالت کو اُس شخص کی حالت سے عجب مشابہت ہے جس نے کسی مخدر چیز کا استعمال کیا ہو وہ اُس وقت میں آگ کی سوزش کا کچھ اثر اپنے اندر نہیں پاتا یہاں تک کہ جب خدر کا اثر کم ہو جاتا ہے اور مقتضائے طبعیت کی طرف وہ رجوع کرتا ہے تب کس شدت کی تکلیف اُسے معلوم ہوتی ہے یا اُس کو گلاب کی حالت کے مشابہ سمجھنا چاہئے۔ اطباء نے بیان کیا ہے کہ گلاب میں تین قوتیں ہیں۔ (۱) قوت زمینی جو رگڑنے یا لیپ کرنے سے ظاہر ہوتی ہے۔ (۲) مائی قوت جو کہ نچوڑنے یا پینے کے وقت ظاہر ہوتی ہے (۳) ہوائی قوت جو کہ سونگھنے کی حالت میں ظاہر ہوتی ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ آدمی کو مکلّف کرنا اس کی نوع کا مقتضا ہے یقیناً آدمی اپنی زبان استعداد سے اپنے پروردگار سے خواستگار رہتا ہے کہ اُن امور کو جو ملکیت کے مناسب ہوں اُس پر واجب کر دے اور اُن پر اُس کو ثابت قدم رکھے اور بہیمی امور میں منہمک ہونے کو اُس پر حرام کر دے اور اُس پر اُن کے ارتکاب سے دار و گیر کرے۔ واللہ اعلم۔

گلستانِ سعدیؒ

(پہلا باب: بادشاہوں کی عادت کے بیان میں)

(شیخ سعدیؒ)

حکایت ۴: عرب کے چوروں کا ایک گروہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر (قبضہ جما) بیٹھا تھا اور قافلہ کا راستہ بند کر دیا تھا اور شہروں کی رعایا اُس کے مکروفریب سے ڈرتی تھی اور بادشاہ کا لشکر عاجز تھا چونکہ اُس نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر محفوظ جائے پناہ بنالی تھی اور اُس کو اپنا ٹھکانا اور پناہ گاہ بنالیا تھا۔ اُن اطراف کے شہروں کے عقلمندوں نے اُس نقصان رسانی کے رفع کا مشورہ کیا کہ اگر یہ گروہ اسی طور پر چند دن جمارہے گا تو پھر مقابلہ ناممکن ہو جائے گا۔

مثنوی

درختے کہ اکنوں گرفت ست پای — بہ نیروے شخصے بہ آید زجاے

وگر ہمچناں روزگارے ہلی — بگردونش از بیخ بہ نکسلی

سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل — چو پُرشد نشاید گذشتن بہ پیل

(جس درخت نے کہ ابھی جڑ پکڑی ہے ایک آدمی کی طاقت سے اکھڑ جائے گا اور اگر تو اسی طرح اس کو ایک زمانہ تک چھوڑ دے گا تو گردوں کے ذریعہ بھی اس کو جڑ سے نہیں اکھاڑ سکتا۔ چشمہ کا سوراخ ایک سلائی سے بند کیا جا سکتا ہے۔ جب وہ بھرا تو ہاتھی کے ذریعہ بھی اس کو عبور نہیں کیا جا سکتا۔)

یہ فیصلہ ہوا کہ ایک شخص کو اُن کی سراغ رسانی پر مقرر کر دیا جائے اور موقع کی تلاش رہے۔ جس وقت وہ گروہ ایک قوم پر چڑھائی کرنے گیا ہوا تھا اور قیام گاہ خالی تھی، چند آدمی جو تجربہ کار اور جنگ آزمودہ تھے ان کو روانہ کر دیا چنانچہ وہ پہاڑ کی گھاٹیوں میں چھپ گئے۔ رات کے وقت جب چور واپس آئے، سفر کیے ہوئے اور لوٹ کا مال لیے ہوئے تو انہوں نے بدن سے ہتھیار کھول دیئے اور لوٹ کا مال ایک طرف رکھ دیا۔ سب سے پہلا دشمن جوان پر

حملہ آور رہا وہ نیند تھی یہاں تک کہ شب کا ایک حصہ گزر گیا۔

شعر

قرصِ خورشید در سیاہی شد　　یونس اندر دہان ماہی شد

(سورج کی ٹکیہ سیاہی میں چلی گئی جیسا کہ حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے۔)

بہادر لوگ اپنے چھپاؤ کی جگہ سے باہر نکل آئے اور ایک ایک کے ہاتھ مونڈھوں سے باندھ دیئے، صبح کو بادشاہ کے دربار میں حاضر کر دیا۔ بادشاہ نے ان سب کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا۔ اتفاقاً ان میں ایک نوجوان بھی تھا کہ اُس کی آغاز جوانی کا میوہ تازہ تھا اور اس کے رخسار کے باغ کا سبزہ نیا نیا اُگا تھا۔ ایک وزیر نے بادشاہ کے تخت کے پائے کو چوما اور سفارش کا چہرہ زمین پر رکھا اور کہا کہ اس لڑکے نے ابھی زندگی کے باغ کا پھل بھی نہیں چکھا ہے اور جوانی کی ابتداء سے نفع نہیں اُٹھایا ہے۔ شاہی اخلاق و کرم سے توقع ہے کہ اس کا خون معاف فرما کر اس خادم پر احسان فرمائیں گے۔ بادشاہ کو اس بات سے غصہ آ گیا اور یہ بات اُس کی بلند رائے کے موافق نہ پڑی اور کہا:

فرد

پر تو نیکاں نہ گیرد ہر کہ بنیادش بد است　　تربیت نا اہل را چوں گردگاں بر گنبد است

(جس کی بنیاد بری ہے وہ بھلوں کا سایہ بھی اپنے پر نہیں پڑنے دیتا۔ نا اہل کی تربیت کرنا ایسا ہے جیسا کہ گنبد پر اخروٹ۔) ان کی نسل و جڑ کو کاٹ ڈالنا ہی زیادہ بہتر ہے کیونکہ آگ کو بجھانا اور چنگاری چھوڑ دینا اور سانپ کو مارنا اور اس کے بچے کو حفاظت سے رکھنا عقلمندوں کا کام نہیں ہے۔

قطعہ

ابر گر آب زندگی بارد　　ہرگز از شاخ بید بَر نہ خوری

با فرو مایہ روز گار مبر　　کز نئے بوریا شکر نہ خوری

(اگر بادل آب حیات برسائے تو بھی تو بید کی شاخ کا پھل نہیں کھائے گا۔ کمینے کے ساتھ وقت ضائع نہ کر کیونکہ بورئے کے نرکل سے تو شکر نہیں کھائے گا)

وزیر نے یہ بات سنی اور چار و نا چار پسند کی اور بادشاہ کی رائے کی تعریف کی اور کہا

جو کچھ بادشاہ دام ملکہ نے فرمایا بالکل صحیح ہے اور بات نا قابل انکار اس لئے ہے کہ اگر اُن بروں کی صحبت میں پلتا تو اُن کی فطرت اختیار کرتا اور ان میں ہی کا ایک ہوتا لیکن غلام کو امید ہے کہ نیکوں کی صحبت کا اثر قبول کرلے گا اور عقلمندوں کی عادت اختیار کرلے گا اس لئے کہ ابھی بچہ ہے اور اُس قوم کی سرکشی اور دشمنی کی عادت نے اُس کی طبعیت میں جڑ نہیں پکڑی اور حدیث شریف میں آیا ہے ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں۔

قطعہ

پسرِ نوح با بداں بہ نشست   خاندان نبوتش گم شد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند   پئے نیکاں گرفت مردم شد

(اُس نے یہ کہا اور بادشاہ کے مصاحبوں میں سے ایک جماعت نے سفارش کرنے میں اس کا ساتھ دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے اُس کے قتل کا ارادہ چھوڑ دیا اور فرمایا میں نے معاف کیا اگرچہ مناسب نہ سمجھا۔

رباعی

دانی کہ چہ گفت زال با رستمِ گرد   دشمن نتواں حقیر و بے چارہ شمرد
دیدیم بسے کہ آب سرچشمہ خُرد   چوں بیشتر آمد شتر و بار بُبرد

(تجھے معلوم ہے کہ زال نے رستم پہلوان سے کیا کہا؟ دشمن کو بے چارہ اور کمزور نہ سمجھنا چاہئے۔ ہم نے بہت سی مرتبہ دیکھا ہے کہ چھوٹے سے چشمہ کا پانی جب زیادہ ہو گیا تو اونٹ اور بوجھ کو بہا لے گیا۔)

خلاصہ یہ کہ لڑکے کو ناز و نعمت سے پرورش کیا اور ادب سکھانے والا استاد اس کو پڑھانے سکھانے کے لئے مقرر کر دیا۔ چنانچہ انہوں نے بات چیت کا سلیقہ، جواب دینے کا طریقہ، اور بادشاہوں کی خدمت کے طریقے اس کو سکھائے اور سب اس کو پسند کرنے لگے۔ ایک مرتبہ وزیر اس کے اخلاق کا تھوڑا سا ذکر بادشاہ کے دربار میں کر رہا تھا کہ عقلمندوں کے سکھانے پڑھانے نے اس میں اثر کیا ہے اور پرانی نادانی اُس کی طبعیت سے دور کر دی ہے۔ بادشاہ اس بات پر مسکرایا اور کہنے لگا:

بیت

عاقبت گرگ زادہ گرگ شود　　　گرچہ با آدمی بزرگ شود

(انجام کار بھیڑیئے کا بچہ بھیڑیا ہوتا ہے، اگرچہ انسان کے ساتھ پل کر بڑا ہوا ہو۔)

دو سال اس بات کو گزر گئے۔ محلے کے بدمعاشوں کا ایک گروہ اس سے میل کھا گیا اور انہوں نے اس سے دوستی کا عہد باندھ لیا۔ آخر موقع پا کر اس نے وزیر کو اور اس کے دونوں لڑکوں کو مار ڈالا اور لاتعداد دولت لے کر چلا گیا اور باپ کی جگہ چوروں کی گھاٹی میں رہنے لگا اور باغی ہوگیا۔ بادشاہ نے افسوس سے انگلی دانتوں میں دبائی اور فرمایا:

قطعہ

شمشیر نیک ز آہن بد چوں کند کسے　　　ناکس بہ تربیت نہ شود حکیم کس

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست　　　در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

(برے لوہے سے عمدہ تلوار کوئی کیسے بنائے۔ اے عقلمند! سکھانے پڑھانے سے نالائق لائق نہیں ہوسکتا۔ بارش جس کی طبعیت کے پاکیزہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ باغ میں لالہ اور شوریلی زمین میں جھاڑ اُگاتی ہے۔)

قطعہ

زمین شورہ سنبل برنیارد　　　در و تخم عمل ضائع مگرداں

نکوئی بابداں کردن چنان ست　　　کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

(شریلی زمین سنبل نہیں اگا سکتی۔ اُس میں کوشش کا بیج ضائع نہ کر۔ بروں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہی ہے جیسے نیکوں کے ساتھ بدی کرنا۔)

حکایت۵: میں نے ایک سپاہی زادہ کو اغلمش کے دروازہ پر دیکھا جو کہ عقل، سمجھ، دانائی اور ذہانت ناقابل بیان رکھتا تھا۔ بچپن ہی سے بڑائی کے نشانات اُس کی پیشانی سے ظاہر تھے۔

فرد

بالائے سرش ز ہوشمندی　　　می تافت ستارۂ بلندی

(اس کے سر پر ہوشمندی کی وجہ سے بڑائی کا ستارہ چمک رہا تھا۔) خلاصہ یہ کہ

بادشاہ کی نظر پر چڑھ گیا چونکہ ظاہری و باطنی حسن رکھتا تھا اور عقلمندوں نے کہا ہے کہ مالداری دل سے ہے نہ کہ مال سے اور بڑائی عقل سے ہے نہ کہ عمر سے ہے۔ اس کے ہم پیشہ اُس کے مرتبہ پر جلنے لگے اور ایک خیانت کی اُس پر تہمت لگائی اور اس کے مار ڈالے جانے پر بے نتیجہ کوشش کی۔

مصرعہ

دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست

(جب دوست مہربان ہو تو دشمن کیا کرسکتا ہے۔)

بادشاہ نے دریافت کیا تجھ سے اُن کی دشمنی کا کیا سبب ہے؟ اُس نے کہا: بادشاہی حکومت کے زیر سایہ خدا اُسے ہمیشہ برقرار رکھے، میں نے سب کو راضی کرلیا ہے بجز حاسدوں کے کیونکہ وہ تو جب ہی راضی ہوں گے جب مجھ سے نعمتیں چھن جائیں۔ خدا کرے شاہی حکومت اور دبدبہ ہمیشہ باقی رہے۔

قطعہ

توانم اینکہ نیا زارم اندرون کسے حسود را چہ کنم کوز خود برنج درست

بمیر تا برہی اے حسود کیں رنجیست کہ از مشقت او جز بمرگ نتواں رست

(میں یہ کرسکتا ہوں کہ کسی کا دل نہ دکھاؤں۔ میں حاسدوں کا کیا کروں وہ تو خود بخود رنج میں ہیں۔ اے حاسد تو مر جا تا کہ تو رہائی پالے اس لئے کہ یہ رنج تو ایسا ہے کہ اُس کی تکلیف سے موت کے سوا چھٹکارا نہیں ہوسکتا۔)

قطعہ

شور بختاں بہ آرزو خواہند مُقبلاں را زوال نعمت و جاہ

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

راست خواہی ہزار چشم چناں کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

(بد بخت تمنا سے نصیبہ وروں کے مرتبہ اور نعمت کا زوال چاہتے ہیں۔ اگر تو ندے کی بیماری والا دن میں نہ دیکھے تو اس میں آفتاب کی ٹکیہ کا کیا قصور ہے۔ اگر تو سچ کہلوانا چاہے تو ایسی ہزار آنکھوں کا اندھا ہوجانا آفتاب کے سیاہ ہونے سے بہتر ہے۔)

قابوس نامہ

فارسی: امیر کیکاؤس بن سکندر

(مترجم: سید رحمت اللہ شاہ)

باب پنجم: ماں باپ کے حق کی پہچان کا بیان

اے بیٹے! خوب جان لے کہ جب ہمارے خالق و مالک جل جلالہٗ نے چاہا کہ اس جہان کو آباد کرے تو اس میں اُس نے نسلِ انسانی کی آبادکاری اور اس کی افزائش نسل کے اسباب پیدا فرمائے۔ پس ان وجوہات کے سبب بیٹے پر لازم ہے کہ اپنی عزت و تکریم کرے، اس کے ساتھ ساتھ اس پر یہ بھی لازم ہے کہ اپنی بنیاد کی بھی عزت و تکریم کرے جو کہ اس کے ماں باپ ہیں۔ ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ یہ کہے کہ میرے ماں باپ کا مجھ پر کیا حق ہے کیونکہ ان کی غرض و غایت تو خواہش نفسانی کی تسکین تھی نہ کہ میری پیدائش ان کا مقصد تھا۔ قطع نظر اس کے کہ ان کی غرض و غایت شہوت تھی، انہوں نے تجھے بہت محبت دی اور تجھ پر اپنا بہت کچھ قربان کر دیا۔ ماں باپ کی قلیل ترین حرمت یہ ہے کہ وہ دونوں تیرے اور تیرے خالق کے درمیان ایک واسطہ ہیں۔ یہ بات خوب جان لے کہ جس قدر تو اپنے خالق کی اور اپنی تکریم کرتا ہے، تجھ پر یہ لازم ہے کہ اسی قدر اس درمیانی واسطہ کی بھی تکریم کرے۔ اس بچے کی رہنمائی حکمت سے کی جاتی ہے جو ماں باپ کے حقوق اور ان کی محبت سے دستبردار نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنے کلام قرآن مجید میں فرمایا ہے:

أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ. (سورۃ النساء ۴۔ آیت ۵۹)

(اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور ان کی جو تم میں صاحب حکم ہیں۔)

اس آیت مبارکہ کی کئی طرح سے تفسیر کی گئی ہے۔ ایک روایت جو میں نے پڑھی ہے اس کے مطابق اولوالامر ماں باپ ہیں کیونکہ عربی لفظ امر میں دو چیزیں شامل ہیں: اس میں یا تو کام ہے جو کرنا ہے، یا فرمان ہے جو ہم نے ماننا ہے۔ اولوالامر وہ ہے جو صاحب حکم بھی ہو اور صاحب طاقت بھی۔ والدین وہ ہیں جو تجھے اپنی طاقت سے

پروان چڑھاتے ہیں اوراپنے حلم سے تجھے نیکی کے کام سکھاتے ہیں۔

اے بیٹے! ہرگز تو ماں باپ کے دلوں کو رنج نہ پہنچا اوران سے ہرگز نفرت نہ کر کیونکہ پروردگار ماں باپ کے دلوں کو تکلیف پہنچانے پر بہت زیادہ سزا دے گا اور حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۔

(سورۃ الاسراء ۱۷۔آیت ۲۳)

(ان سے اُف تک نہ کہنا، نہ جھڑکنا،ان سے خوبصورت اورنرم بات کہنا۔)

امیرالمؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ماں اور باپ کا کیا حق ہے؟اور بیٹے کا کیا حق ہے؟ آپؓ نے فرمایا: خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ اور والد ماجد کی وفات ہوگئی اور آپ ﷺ نے انہیں نہ پایا۔اگر آپ ﷺ ان کا دور پاتے تو انہیں اپنی ذات سے ترجیح پر رکھتے اوران کے سامنے عاجزی اختیار کرتے جیسا کہ فرمایا:

انا سید الولد آدم ولا فخر۔

میں اولادِ آدم کا سردار ہوں اور میں اس پر فخر نہیں کرتا۔اگر تو ماں اور باپ کے احترام کو دین کی رو سے نہیں دیکھتا تو اسے حکمت کی رو سے یا عام لوگوں کی نظر سے دیکھ کہ یہ تیرے لئے ہر مہربانی کا ذریعہ ہیں اور ہر ترقی کا سرچشمہ ہیں۔اگر تو ان کے احترام میں کوتاہی کرے گا تو اپنے نیک اعمال کی جزا بھی تو نہ پائے گا۔وہ شخص کہ جو حقیقی نیکی کو نہیں پہچانتا، وہ فروعی نیکی کے اجر کا حق بھی نہیں رکھتا خواہ یہ نیکی کرتا ہی کیوں نہ ہو۔اگر تو اپنے ساتھ حسن سلوک کا خواہش مند ہے تو تجھے چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے تاکہ اپنے بچوں سے بھی اسی سلوک کا لالچ رکھے کہ جو سلوک تو خود روا رکھتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ جو تجھ سے آیا ہے وہ بھی وہی لالچ رکھتا ہے جو لالچ تو اس سے رکھتا ہے جس سے تو پیدا ہوا ہے۔

آدمی کی مثال ایک پھل کی مانند ہے اور ماں باپ کی مثال ایک درخت کی طرح ہے۔ تم درخت کا جس قدر برا یا اچھا خیال رکھو گے اسی قدر اس درخت سے برا یا اچھا پھل پاؤ گے

بالکل اسی طرح سے والدین کا احترام کرنے یا انہیں تکلیف پہنچانے سے ان کی دعا یا فریاد کا اثر تجھ پر بہت زیادہ ہوتا ہے، اس کا اثر فوری ظاہر ہوتا ہے۔ اور تجھے خدائے تعالیٰ کی خوشنودی ملے گی بشرطیکہ تجھے اپنے والدین کی خوشنودی حاصل ہے۔

اپنے ماں باپ کی میراث کی خواہش نہ کر کیونکہ تیرے ماں باپ کی وفات کے بغیر بھی تیرا حصہ تجھ تک پہنچا دیا جائے گا۔ ہر ایک انسان کی روزی کا حصہ مقرر ہے جو کہ ہر ایک انسان تک اس کی قسمت کے مطابق پہنچایا جاتا ہے۔ روزی کے معاملے میں خود کو رنج و تفکرات میں مبتلا نہ کر کیونکہ تو کوشش سے روزی میں اضافہ پر قدرت نہیں رکھتا۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: عش بجد ک کا بکنک (تمہاری روزی روٹی کا انحصار کمائی پر ہے نہ کہ تمہاری پریشانی پر۔)

اگر تو اپنی قسمت کے بارے میں خدا سے اطمینان چاہتا ہے تو اپنے سے کم تر لوگوں پر نظر کر، اس سے تو ہمیشہ خدا کے شکر کی دولت پائے گا۔ اگر تو مال و اسباب کے لحاظ سے غریب ہے تو سمجھداری میں امیر ہونے کے لئے کوشش کر کیونکہ سمجھداری جو ہے یہ دولت سے بہتر ہے۔ اس سمجھداری کے ذریعے سے تو دولت حاصل کر سکتا ہے جبکہ تو دولت کے ذریعے سے سمجھ حاصل نہیں کر سکتا۔ جاہل اپنے مال کو جلد ہی کھو دیتا ہے جبکہ چور ایک صاحب دانش کے ذخیرہ سے کچھ نہیں چرا سکتا، نہ ہی اس کا مال پانی یا آگ سے ضائع ہوتا ہے۔ پس اگر تو عقلمند ہے تو اس کے ساتھ کوئی ہنر سیکھ لے کیونکہ عقل بغیر ہنر کے ایسے ہی ہے جیسے لباس کے بغیر جسم یا جیسے شکل کے بغیر انسان۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے: ادب ذہن کی تصویر ہے۔

باب ششم ہنر و تجارت و افزودنی کے فن میں

۱۔ خوب جان لے اور آگاہ رہ کہ بے ہنر لوگ ہمیشہ بیکار رہتے ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے مغیلان (کانٹے دار درخت) کہ جو قد میں بڑا ہو جاتا ہے لیکن اس کا سایہ کوئی نہیں ہوتا۔ یہ نہ خود کو کوئی فائدہ پہنچاتا ہے نہ دوسروں کو اس سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے۔ انسان اگر کسی وجہ سے یا اپنی خاصیت میں بے ہنر ہو تو پھر بھی اسے اپنی قدرتی حیثیت اور نسبت سے لوگوں میں احترام مل جاتا ہے لیکن بدتر یہ ہے کہ اس میں نہ خاندانی گوہر ہو اور

نہ ہی کوئی ہنر رکھتا ہو۔اس بات کی کوشش کر کہ تجھ میں اچھی خاصیت اور ہنر پیدا ہو جائے تیرے پاس جسم کا گوہر بھی ہےاور جسم کا گوہر اصلیت کے گوہر سے بہتر ہے جیسا کہ قول ہے:

الشرف بالعقل و الادب لا بالاصل و النسب.

(عزت کی بنیا دحکمت اور اخلاق پر ہے، نہ کہ اصل اور نسبت پر۔)

انسان کی عظمت کے لئے اس کی حکمت اور دانشمندی سے بڑھ کر اس کا کوئی گوہر یا تخم نہیں ہے۔تو یہ جان لے کہ تیرے والدین تیرے نام کی پہچان نہیں ہیں، وہ تو تیری ایک نشانی ہیں۔نام وہ ہے جو تو خود اپنے ہنر سے پیدا کرے نہ کہ وہ نام ہے جو کسی زید، جعفر، چچا، ماموں کے فاضل استاد، فقیہہ یا حکیم ہونے سے ہے۔اگر انسان کی اصل پہچان اس کا اپنا ہنر نہ ہو تو کسی کا ساتھ کچھ کام نہیں آتا۔جہاں بھی تجھے یہ حکمت اور دانشمندی کے گوہر میسر آئیں انہیں ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دے کیونکہ یہ ہر جگہ تیرے کام آئیں گے۔او رتو یہ جان لے کہ تمام فنون میں سب سے بہترین فن یا ہنر بہترین کلام ہے۔ہمارے بہترین شان والے پروردگار نے انسان کو اپنی تمام مخلوقات سے بہترین بنایا ہے۔انسان کو دوسری مخلوقات سے دس حواس زائد عطا ہوئے ہیں جو کہ اس میں موجود ہے۔پانچ حواس پوشیدہ ہیں اور پانچ حواس ظاہر ہیں۔پانچ پوشیدہ حواس میں سوچنا، سیکھنا، یاد رکھنا، تخیل کرنا، اور پہچاننا ہیں۔ پانچ ظاہری حواس میں سننا، دیکھنا، سونگھنا، چھونا اور چکھنا ہیں۔ان میں سے جو دیگر جانوروں کے پاس ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جیسے انسان کے پاس ہیں۔پس انسان اسی وجہ سے دیگر جانوروں کی تسخیر میں کامیاب ہو کر ان پر حکمران ہوا۔اور جب تو یہ جان لےتو زبان کو خوبی اور ہنر سیکھنے کی عادت ڈال لےاور زبان کو صرف اچھی باتیں کہنے کا عادی بنا۔تو جب بھی بات کرےتو تیری زبان سے وہی کچھ نکلے جس پر تو نے اسے لگا دیا ہےاور جس کی تو نے اسے عادت ڈال دی ہے۔جیسا کہ کہا گیا ہے:

هر که زفان او خوشتر هواخواهان او بیشتر.

(جس کی زبان شیریں ہے،اس کے خیر خواہ زیادہ ہیں۔)

حتی المقدور کوشش کر کہ بات کو مناسب وقت پر کہہ کیونکہ بات اگر مناسب مقام پر نہ کہی جائےتو خواہ وہ اچھی بات ہو وہ بری لگتی ہے۔اور بے فائدہ بات سے دوری اختیار کر

کیونکہ بے سود بات صریح نقصان ہوتی ہے۔اور ایسی بات جس سے جھوٹ کی بو آئے اور جس سے ہنر کی بو نہ آئے اس بات کا نہ کہنا ہی بہتر ہے کیونکہ حکماء نے بات کو شراب سے تشبیہہ دی ہے کہ اس سے نشہ بھی پیدا ہوتا ہے اور اس سے نشے کا علاج بھی ہوتا ہے لیکن غیر ضروری بات مت کرو اور جب تک کوئی نصیحت نہ مانگے اس کو ہرگز نصیحت نہ کرو۔خاص طور پر اس کو نصیحت نہ کرو جو نصیحت سنتا نہ ہو کیونکہ وہ خود ہی گرے گا،اور سب کے سامنے کسی کو نصیحت نہ کرو کیونکہ کہا گیا ہے:

النصح بين الملاء تقريع.

(لوگوں کے سامنے نصیحت کرنا ڈانٹنے کے مترادف ہے۔)

اگر کوئی شخص غلط راستے پر چلا گیا ہے تو اسے سیدھا کرنے کی کوشش مت کرو،تم یہ نہیں کرسکو گے کیونکہ جب درخت ٹیڑھا بڑھ گیا ہو،اس کی شاخیں نکل گئی ہوں اور وہ اونچا بڑھ گیا ہو تو وہ صرف کاٹنے اور تراشنے سے ہی سیدھا ہوگا۔

خوب جان لے کہ گفتگو میں بخیلی نہ کر۔اگر طاقت رکھتا ہو تو مال کے خرچ کرنے میں بھی بخیلی نہ کر کیونکہ لوگ باتوں کی نسبت مال کے جلدی فریفتہ ہو جاتے ہیں۔ایسی جگہ جانے سے پرہیز کر جہاں جانے سے تہمت کا اندیشہ ہو۔برے دوست اور بری سوچ سے دوری اختیار کر اور ان سے گریز کر۔اپنے اندر سے ہی غلطی نہ کر۔اپنے آپ کو ایسی جگہ مت لے جا تا کہ ایسی جگہ پر لوگ تجھے پالیں اور تجھے شرمندگی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔اپنے اس طرح کے مقاصد کے طلب کرنے سے بچ جو کہ تیرے لئے نقصان کا باعث ہوسکتے ہیں۔لوگوں کے نقصان اور دکھ میں خوشی محسوس نہ کرتا کہ لوگ تیرے نقصان اور غم میں خوش نہ ہوں۔دوسروں کی حوصلہ افزائی کرتا کہ تیری بھی حوصلہ افزائی ہو۔اچھی بات کہہ تا کہ اچھی بات سننے کو ملے۔بنجر زمین میں بیج نہ بو کیونکہ اس میں یہ اگتا نہیں ہے اور محنت بیکار جاتی ہے یعنی کہ ناکارہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بنجر و غیر آباد زمین میں بیج بونا۔جو نیکی کا مستحق ہے اس سے نیکی کرنے میں دریغ نہ کر اور نیکی کی ترغیب دینے والا بن کیونکہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے:

الدال على الخير كفاعله.

(نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا اس کے کرنے والے کی طرح ہے۔)

نیکی کر اور نیکی کا حکم دے کیونکہ یہ دو بھائی ہیں جن کا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹتا، اور نیکی کرنے پر پشیمان نہ ہو کیونکہ نیکی اور بدی کا بدلہ اسی دنیا میں ملتا ہے۔ قبل اس سے کہ کہیں اور طرف جاؤ، جب تو کسی کے ساتھ نیکی کرے گا تو دیکھے گا کہ نیکی کرتے وقت تجھے اتنا ہی سکون ملے گا جتنا کہ اس شخص کو ملتا ہے۔ اگر تو کسی کے ساتھ بدی کرے گا تو جتنا دکھ اسے پہنچے گا، اتنی ہی تکلیف اور بوجھ تیرے دل پر آئے گا۔ تجھ سے کسی کو بدی نہ پہنچے، جب تو حقیقت میں غور کرے تو بغیر تکلیف کے تجھ سے کسی کو دکھ نہیں پہنچے گا اور بغیر خوشی کے تجھ سے کسی کو راحت نہیں ملے گی۔ اس بات سے یہ ثابت ہو گیا کہ اس سے پہلے کہ تو اگلے جہاں پہنچے نیکی اور بدی کا بدلہ اسی دنیا میں ملتا ہے۔ اس بات کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ جو بھی اپنی ساری زندگی میں کسی کے ساتھ نیکی یا بدی کرتا ہے، جب حقیقت میں غور کرے گا تو جان لے گا کہ میں اس بات میں حق پر ہوں اور لوگ اس بات کو صحیح مانیں گے۔ لہذا جب تک تمہارے بس میں ہو نیکی میں کسی سے دریغ نہ کرو کیونکہ نیکی آخر کار ایک دن ضرور پھل دیتی ہے۔

۴۔ حکایت:

میں نے سنا ہے کہ متوکل کا ایک غلام تھا جس کا نام فتح تھا۔ جو انتہائی خوبصورت، خوش بخت اور تمام فنون و ادب سے واقف تھا۔ متوکل نے اسے بیٹے کی طرح قبول کیا تھا اور اسے اپنے حقیقی بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز رکھا تھا۔ یہ فتح چاہتا تھا کہ تیراکی سیکھے۔ اس نے ملاحوں کو بلایا اور وہ اسے دریائے دجلہ میں تیراکی سکھا رہے تھے۔ یہ فتح ابھی بچہ تھا اور تیراکی میں مہارت حاصل نہیں کی تھی، مگر جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے، وہ دکھاوا کر رہا تھا کہ اس نے تیراکی سیکھ لی ہے۔ ایک دن چھپ کر استاد کے بغیر دجلہ میں گیا اور پانی میں کود گیا۔ پانی کا بہاؤ بہت تیز تھا جو فتح کو بہا لے گیا۔ جب فتح نے دیکھا کہ وہ پانی سے مقابلہ نہیں کر سکتا تو اس نے خود کو پانی کے سپرد کر دیا اور پانی کی سطح پر تیرتا رہا یہاں تک کہ لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو گیا۔

پانی اسے بہا کر لے گیا اور دجلہ کے کنارے پر کچھ سوراخ تھے۔ جب وہ کنارے کے قریب پہنچا تو اس نے کوشش کی اور ایک سوراخ میں ہاتھ ڈال کر خود کو اندر کھینچ لیا اور وہاں بیٹھ گیا۔ اس نے خود سے کہا کہ اب دیکھتے ہیں کہ خدا کیا چاہتا ہے۔ کم از کم میں اس خونخوار پانی سے بچ گیا ہوں۔ وہاں وہ سات دن تک رہا۔

پہلے دن جب متوکل کو خبر ملی کہ فتح پانی میں کود گیا اور ڈوب گیا ہے تو وہ تخت سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا، ملاحوں کو بلایا اور کہا: جو کوئی فتح کو مردہ یا زندہ لے آئے گا اسے ایک ہزار دینار دوں گا، اور قسم کھائی کہ جب تک وہ اسے اس حال میں نہ لائیں گے جیسا وہ ہے، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ ملاحوں نے دجلہ میں جا کر غوطے کھائے اور ہر جگہ تلاش کرتے رہے، یہاں تک کہ ساتویں دن ایک ملاح اسی سوراخ کے پاس پہنچا۔ اس نے فتح کو دیکھ لیا۔ خوش ہو گیا اور کہا: یہاں ہی رہو، میں ایک کشتی لے کر آتا ہوں۔ پھر وہ وہاں سے واپس گیا اور متوکل کے پاس جا کر کہا: اے امیر المؤمنین! اگر میں فتح کو زندہ لے آؤں تو مجھے کیا دو گے؟ متوکل نے کہا: میں تمہیں پانچ ہزار دینار نقد دوں گا۔ ملاح نے کہا: میں نے فتح کو زندہ پایا۔ ایک کشتی لائی گئی اور فتح کو لے جایا گیا۔ متوکل نے ملاح سے جو وعدہ کیا تھا فوری طور پر وہ پورا کیا۔ اس نے وزیر کو حکم دیا کہ میرے خزانے میں جو کچھ ہے اس میں سے جا کر آدھا حصہ غریبوں کو دے دو۔ وزیر نے ایسا ہی کیا۔ پھر متوکل نے کہا کہ کھانا لاؤ کیونکہ یہ سات دن کا بھوکا ہے۔ فتح نے کہا: اے امیر المؤمنین! میں سیر ہوں۔ متوکل نے کہا: کیا تم دریائے دجلہ کے پانی سے سیر ہو گئے؟ فتح نے جواب دیا: نہیں۔ میں سات دن بھوکا نہیں رہا کیونکہ ہر روز بیس روٹیوں کی ٹرے پانی پر تیرتی ہوئی آتی تھی، میں کوشش کر کے ان میں سے دو تین روٹیاں لے لیتا تھا اور میری زندگی انہی روٹیوں سے بچی رہی۔ ہر روٹی پر لکھا ہوتا تھا: محمد بن الحسین الاسکاف۔

متوکل نے حکم دیا کہ شہر میں منادی کریں کہ وہ شخص جو روٹیاں دجلہ میں ڈالتا ہے، آئے کیونکہ امیر المؤمنین اس کے ساتھ نیکی کرنا چاہتے ہیں تاکہ وہ خوف نہ کرے۔ دوسرے دن ایک آدمی آیا اور اس نے کہا: میں وہی شخص ہوں۔ متوکل نے کہا: کیا نشان ہے؟ آدمی نے کہا: نشان یہ ہے کہ ہر روٹی پر میرا نام 'محمد بن الحسین الاسکاف' لکھا ہوا تھا۔ متوکل نے کہا: نشان درست ہے لیکن تم کب سے دجلہ میں روٹیاں ڈال رہے ہو؟ محمد بن الحسین نے جواب دیا: ایک سال ہو گیا ہے۔ متوکل نے پوچھا: تمہارا اس سے کیا مقصد تھا؟ محمد بن الحسین نے کہا: میں نے سنا تھا کہ نیکی کرو اور پانی میں ڈال دو تو یہ نیکی ایک دن ضرور لوٹ کر آئے گی۔ میرے پاس اور کوئی نیکی نہیں تھی، جو کر سکتا تھا وہی کرتا رہا۔ میں نے خود سے کہا کہ دیکھیں کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ متوکل نے کہا: جو تو نے سنا وہ تو نے کہا اور جو تو نے کیا اس کا پھل پایا۔

متوکل نے اسے بغداد میں پانچ دیہات کی ملکیت دے دی۔ وہ آدمی اپنے ملک پر گیا اور خوشحال ہو گیا۔ اس کے بچے ابھی بھی بغداد میں موجود ہیں۔ القائم بامراللہ کے زمانے میں، میں حج کے لئے گیا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے گھر کی زیارت کا موقع دیا، میں نے اس کے بچوں کو دیکھا اور یہ کہانی بغداد کے بزرگوں اور معمر لوگوں سے سنی۔

لہذا جب تک ممکن ہو تو نیکی کرنے سے نہ رک اور اپنے آپ کو نیکوکاری سے لوگوں کے سامنے پیش کر۔ جب تو ایسا کر رہا ہو تو اس کے خلاف نہ ہو، زبان پر کچھ اور جبکہ دل میں کچھ اور نہ رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ تو گندم دکھا کر جو بیچے۔ ہر کام میں انصاف کر کیونکہ جو اپنے آپ سے انصاف کرتا ہے وہ حاکم سے بے نیاز ہوتا ہے۔ اگر تجھے کوئی غم یا خوشی پہنچے تو اس کا اظہار صرف اسی سے کر جس کو تیری خوشی یا غم کا خیال ہو۔ اس کے علاوہ دوسرے لوگوں سے اپنی خوشی اور غم کا اظہار نہ کر۔ ہر اچھے اور برے پر جلدی سے خوش یا غمگین نہ ہو جا کیونکہ یہ بچوں کا کام ہے۔ کوشش کر کہ ہر بے معنی چیز سے اپنے حال کو برباد نہ کر کیونکہ بڑے لوگ ہر حق و باطل پر اپنی جگہ نہیں چھوڑتے۔

ہر وہ خوشی جو غم میں تبدیل ہو جائے اسے خوشی نہ سمجھ اور ہر وہ غم جو خوشی میں تبدیل ہو جائے اسے غم نہ سمجھ۔ نا امیدی کے وقت زیادہ پر امید رہ اور نا امیدی میں امید رکھ۔ دنیا کے تمام کاموں کو عارضی سمجھ اور جب تک ہو حق کا انکار نہ کر۔ اگر کوئی تجھ پر ظلم کرے تو اپنی خاموشی سے اسے روک دے، بیوقوفوں کا جواب خاموشی سے دے لیکن کسی کی تکلیف کو رائیگاں نہ جانے دے اور ہر کسی کو اس کا حق دے، خاص طور پر اپنے قریبی رشتہ داروں کا حق پہچان اور جتنا ہو سکے ان کے ساتھ نیکی کر۔ اپنے قبیلے کے بزرگوں کا احترام کر جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الشیخ فی قومه کالنبی فی امته.

(بزرگ اپنی قوم میں ایسے ہیں جیسے نبی اپنی امت میں۔)

لیکن ان کے ساتھ اتنا زیادہ وابستہ نہ ہو کہ ان کی خوبیوں کے ساتھ ساتھ ان کی خامیاں بھی نہ دیکھ سکے۔ اگر تو کسی اجنبی سے غیر محفوظ ہو جاتا ہے تو جلد ہی اپنے آپ کو اسی قدر اس سے محفوظ کر جتنا کہ غیر محفوظ ہو۔ اپنے ہنر پر غرور نہ کر، اگر تو بے عقلی اور بے ہنری

سے روزی کما سکتا ہے تو بے عقل اور بے ہنر بن جا۔ بصورت دیگر ہنر سیکھ، سیکھنے اور اچھی باتوں کے سننے میں شرم محسوس نہ کرتا کہ تو شرم سے بچ جائے۔

اچھی طرح دیکھ کہ لوگوں کی نیکی، بدی، عیب اور ہنر کیا ہیں، اس بات کو سمجھ کہ ان کے نفع اور گھاٹا، فائدہ اور نقصان کیا ہیں اور اپنے فائدے کی چیزیں تلاش کر۔ یہ پوچھ کہ کون سی چیزیں لوگوں کو نقصان کے قریب کرتی ہیں اور ان سے دور رہ، ان چیزوں کے قریب ہو جا جو لوگوں کو فائدے کے قریب کرتی ہیں۔ اپنے آپ کو تعلیم اور ہنر سیکھنے پر آمادہ کر، جو چیز تو نہیں جانتا اسے سیکھ۔ اس سے تجھے دوہرے فائدے ہوں گے: یا تو اس چیز کو عملی طور پر استعمال کرنا جو تو جانتا ہے یا اس چیز کو سیکھنا جو تو نہیں جانتا۔

سقراط نے کہا: کوئی خزانہ علم سے بہتر نہیں، کوئی دشمن بری عادت سے بدتر نہیں، کوئی عزت علم سے زیادہ عظیم نہیں، اور کوئی زیور شرم سے بہتر نہیں۔ لہٰذا اے بیٹے! علم سیکھنے کو اپنا مقصد بنالے، اور جس بھی حال میں تو ہو، اس طرح رہ کہ تیرا ایک لمحہ بھی علم سیکھے بغیر ضائع نہ ہو علم کو نادان سے بھی سیکھ، جب بھی دل کی آنکھوں سے نادان کو دیکھے اور عقل کی بصیرت سے اس پر غور کرے، تو جو چیز تجھے ناپسندیدہ لگے تو جان لے کہ وہ نہیں کرنی چاہیے۔ جیسے کہ سکندر نے کہا: میں فائدہ نہ صرف دوستوں سے حاصل کرتا ہوں بلکہ دشمنوں سے بھی حاصل کرتا ہوں۔ اگر مجھ میں کوئی بدعملی ہو تو دوست محبت کی وجہ سے چھپاتے ہیں تاکہ مجھے معلوم نہ ہو، اور دشمن دشمنی کی وجہ سے بتاتے ہیں تاکہ مجھے معلوم ہو اور میں اس بدعملی کو دور کرسکوں۔ اس طرح فائدہ دشمن سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ دوست سے۔ اور تو بھی علم نادان سے سیکھو نہ کہ دانا سے۔

سب لوگوں پر، خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے، لازم ہے کہ ہنر اور تہذیب سیکھیں، کیونکہ فضیلت اور ہنر ہی سے سب میں برتری حاصل کی جاسکتی ہے۔ جب تو اپنے اندر ایسا ہنر دیکھو گے جو دوسروں میں نہیں ہے تو ہمیشہ خود کو ان سے بہتر سمجھے گا اور لوگ بھی تجھے تیری فضیلت اور ہنر کی وجہ سے بہتر سمجھیں گے۔ جب عقل مند شخص دیکھتا ہے کہ اسے فضیلت اور ہنر کی وجہ سے دوسروں پر ترجیح دی گئی ہے تو وہ مزید بہتر ہونے کی کوشش کرتا ہے، اس طرح وہ جلد ہی سب سے معزز ہو جاتا ہے۔ علم حاصل کرنا اپنے ہم منصبوں پر برتری حاصل کرنا ہے اور فضیلت و ہنر سے دور رہنا کمینگی کی علامت ہے۔

ہنر سیکھنا اور کاہلی سے بچنا بہت مفید ہے کیونکہ کہا گیا ہے کہ کاہلی جسم کی تباہی ہے۔
اگر جسم تیری فرمانبرداری نہیں کرتا تو پریشان نہ ہو کیونکہ جسم فطری طور پر متحرک نہیں ہوتا۔ ہر حرکت جو جسم کرتا ہے وہ تیرے حکم پر کرتا ہے، نہ کہ اپنی خواہش پر۔ تجھے اپنے جسم کو زبردستی فرمانبردار بنانا پڑے گا کیونکہ جو شخص اپنے جسم کو فرمانبردار نہیں بنا سکتا وہ دوسروں کو بھی اپنا مطیع نہیں بنا سکتا۔ جب تو اپنے جسم کو فرمانبردار بنا لے گا تو ہنر سیکھنے سے دونوں جہانوں کی سعادت حاصل کرے گا کیونکہ دونوں جہانوں کی سلامتی ہنر میں ہے اور تمام بھلائیوں کی بنیاد علم و ادب ہے، خاص طور پر نفس کی تہذیب، عاجزی، پرہیزگاری، سچائی، دیانتداری، بردباری اور شرم۔

اگر چہ کہا گیا ہے: الحیاء من الایمان (شرم ایمان کا حصہ ہے۔)

بعض اوقات شرم انسان کے لئے مصیبت بن جاتی ہے اس لئے اتنا شرمگین نہ ہو کہ مہمان نوازی میں کمی آجائے یا تیرے کام میں خلل پیدا ہو۔ کبھی کبھی بے شرمی کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ مقصد حاصل ہو سکے۔ بے حیائی اور بدکلامی سے شرم کر مگر اچھی بات اور صحیح عمل کرنے سے شرم نہ کر کیونکہ بہت سے لوگ شرمگین ہونے کی وجہ سے اپنے مقاصد سے پیچھے رہ جاتے ہیں جیسے کہ شرمگینی ایمان کا نتیجہ ہے، بے نوائی بھی شرمگینی کا نتیجہ ہے۔ شرم اور بے شرمی دونوں کی جگہ جاننی چاہیے اور جو چیز بہتری کے قریب تر ہو اسے کرنا چاہیے۔ کہا گیا ہے: نیکی ہو یا بدی اس کا آغاز شرم سے ہوتا ہے۔

نادان کو انسان نہ سمجھ، بے ہنر دانا کو دانا نہ سمجھ، اور بے علم پرہیزگار کو زاہد نہ سمجھ۔ نادان لوگوں کے ساتھ صحبت نہ رکھ، خاص طور پر اس نادان کے ساتھ جو خود کو دانا سمجھتا ہے اور اپنی جہالت پر راضی ہے۔ صرف عقلمند لوگوں کے ساتھ صحبت رکھ کیونکہ نیک لوگوں کے ساتھ صحبت سے انسان نیک نام ہوتا ہے۔ دیکھ! تیل کنجد سے بنتا ہے لیکن جب کنجد کے تیل کو بنفشہ یا کسی پھول کے ساتھ ملاتے ہیں تو وہ تیل کچھ وقت بعد بنفشہ یا پھول کی خوشبو سے بھر جاتا ہے اور پھر اسے کنجد کا تیل نہیں کہا جاتا بلکہ بنفشہ یا پھول کا تیل کہا جاتا ہے۔

نیک لوگوں کے ساتھ صحبت اور نیک اعمال کو کبھی نظر انداز نہ کر اور نہ بھول۔ اپنے ضرورت مند کو مت دھتکار کیونکہ اسے دھتکارنا خود اسے مزید تکلیف میں مبتلا کرتا ہے اور اس

کی ضرورت کو پورا نہ کرنا ہے۔ خوش اخلاقی اور انسانیت اختیار کر اور بد اخلاقیوں سے دور رہ۔ نقصان دہ کام نہ کر کیونکہ نقصان کا نتیجہ تکلیف ہے، تکلیف کا نتیجہ محتاجی ہے اور محتاجی کا نتیجہ کمینگی ہے۔ کوشش کر کہ لوگوں کی نظروں میں عزت دار بن اور دانوں کی نظروں میں عزت دار رہ۔ بن کیونکہ عام لوگوں کی ستائش خاص لوگوں کی تنقید ہوتی ہے۔ جیسے کہ میں نے سنا:

۵۔حکایت:

کہتے ہیں کہ ایک دن افلاطون شہر کے تمام خاص لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک آدمی سلام کرتے ہوئے آیا اور بیٹھ گیا۔ وہ ہر قسم کی باتیں کر رہا تھا۔ باتوں کے درمیان اس نے کہا: اے حکیم! آج میں نے فلاں آدمی کو دیکھا جو آپ کی بات کر رہا تھا اور آپ کے لئے دعا اور تعریف کر رہا تھا کہ افلاطون حکیم بہت بزرگوار ہے اور کبھی بھی اس جیسا کوئی نہیں ہوگا اور نہ ہوا ہے۔ میں نے چاہا کہ اس کے تشکر کے کلمات آپ تک پہنچاؤں۔ افلاطون حکیم نے جب یہ بات سنی تو سر جھکالیا اور رونے لگا اور بہت دل گرفتہ ہوگیا۔ اس آدمی نے کہا: اے حکیم! آپ کو مجھ سے کیا تکلیف پہنچی کہ آپ اتنے دل تنگ ہوگئے؟ افلاطون حکیم نے کہا: اے خواجہ! مجھے تجھ سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی لیکن اس سے بڑی مصیبت کیا ہوسکتی ہے کہ ایک جاہل میری تعریف کرے اور میرے کام کو پسند کرے، مجھے نہیں معلوم کہ میں نے کون سا جاہلانہ کام کیا ہے جو اس کی طبیعت کے موافق آیا ہے اور اسے پسند آیا ہے اور اس نے میری تعریف کی ہے، مجھے معلوم ہو تو میں اس کام سے توبہ کروں۔ مجھے یہ غم ہے کہ میں ابھی تک جاہل ہوں کہ جاہلوں کی تعریف کا مستحق ہوں اور اس معنی میں ایک حکایت یاد آئی۔

۶۔حکایت:

سنا ہے کہ محمد زکریا الرازی اپنے چند شاگردوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ ایک دیوانہ ان کے سامنے آیا، اس نے سوائے محمد زکریا کے کسی کی طرف نہ دیکھا اور اسے غور سے دیکھا اور اس کے چہرے پر ہنسا۔ محمد زکریا واپس لوٹے، گھر آئے، افتیمون کی دوا تیار کرنے کا حکم دیا اور اسے پی لیا۔ شاگردوں نے پوچھا کہ اے حکیم! آپ اس وقت یہ دوا کیوں پی رہے ہیں؟ انہوں نے کہا: اس دیوانے کے اس ہنسنے کی وجہ سے کیونکہ اگر اس نے اپنی دیوانگی کی کچھ جھلک مجھ میں نہ دیکھی ہوتی، وہ مجھ پر نہ ہنستا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

کل طائر یطیر مع شکلہ (ہر پرندہ اپنے جیسے کے ساتھ اڑتا ہے۔)

۷۔تندی و تیزی کو اپنی عادت نہ بنا، حلم (بردباری) سے خالی نہ رہ لیکن اتنا بھی نرم نہ ہو کہ لوگ خوشی اور نرمی کا فائدہ اٹھائیں اور تجھے کھا جائیں، اور اتنا سخت بھی نہ ہو کہ کبھی کسی کو تیرا سامنا کرنے کی ہمت نہ ہو۔ سب کے ساتھ موافق رہ کیونکہ دوست اور دشمن دونوں کے ساتھ موافقت سے مراد حاصل کی جا سکتی ہے۔ کسی کو بدی مت سکھا کیونکہ بدی سکھانا بھی ایک طرح کی بدی کرنا ہے۔ اگر کوئی بے گناہی سے تجھے ستائے تو کوشش کر کہ اسے تو نہ ستا، کیونکہ کم آزاری کا گھر انسانیت کے محلے میں ہے اور اصل انسانیت کم آزاری ہے۔ پس اگر انسان ہے تو کم آزار ہو اور دوسروں کے ساتھ نیک سلوک کر۔ اخلاق و کردار میں جو انسان کو کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ پہلے خود کو آئینے میں دیکھ لے، اگر چہرہ خوبصورت ہو تو اس کا کردار بھی خوبصورت ہونا چاہیے کیونکہ خوبصورت آدمی سے بدصورتی نہیں جچتی اور نہ گندم سے جو اگتا ہے اور نہ جو سے گندم۔ اس بارے میں میرے دو اشعار ہیں:

۸۔شعر

ما را صما بدی ھمی پیش آری وز ما تو چرا امید نیکی داری

(ہمیں ویسا ہی نظر آ جیسا تو ہے، بصورت دیگر تو ہم سے کس نیکی کی امید رکھتا ہے۔)

۹۔شعر

رو رو جانا غلط ھمی پنداری گندم نتوان درود چون جو کاری

(تو صریح غلطی پر ہے اگر تو جو بوتا ہے اور گندم کاشت کرنا چاہتا ہے۔)

۱۰۔پس اگر آئینے میں دیکھے اور اپنا چہرہ بدصورت پائے تو پھر بھی نیکی کر کیونکہ اگر بدی کرے گا تو بدصورتی پر بدصورتی کا اضافہ کرے گا، جو نہایت ناگوار اور بدصورت ہوگا۔ دوستوں کے ساتھ شفقت کرنے والا اور نصیحت کے قبول کرنے والا بن، تجربہ کار ناصحین کی نصیحت قبول کر اور اپنے نصیحت کرنے والوں کے ساتھ ہر وقت تنہائی میں بیٹھ کیونکہ ان سے فائدہ تنہائی میں ہوگا۔ جو باتیں میں نے کہی ہیں انہیں پڑھ اور خوب جان لے تاکہ اپنے فضل سے کامیاب ہو سکے، پھر اپنے فضل اور ہنر پر غرور نہ کر، جب تو سب کچھ سیکھ لے اور جان لے تو اپنے آپ کو جاہلوں میں شمار کر کیونکہ دانا وہی ہوتا ہے جو اپنی نادانی کو پہچانے جیسا کہ

حکایت میں آیا ہے:

۱۱۔حکایت:

سنا ہے کہ خسرو کے زمانے میں، جب بزرجمہر حکیم وزیر تھا، روم سے ایک سفیر آیا۔ خسرو اپنی عجم کی بادشاہت کی رسم کے مطابق تخت پر بیٹھا اور سفیر کو دربار میں بلایا۔ بادشاہ نے بزرجمہر سے کہا: اے فلان! تو دنیا کی ہر چیز جانتا ہے؟ اور بادشاہ چاہتا تھا کہ وہ جواب میں کہے: ہاں، جانتا ہوں۔ مگر بزرجمہر نے کہا: نہیں، اے میرے آقا۔ خسرو اس سے خفا ہوا اور سفیر کے سامنے شرمندہ ہوا۔ خسرو نے پوچھا: وہ ہر چیز کیا جانتا ہے؟ بزرجمہر نے کہا: ہر چیز کو سبھی جانتے ہیں اور ابھی تک ایسے لوگ ماں سے پیدا نہیں ہوئے ہیں۔

۱۲۔پس اے بیٹے! اپنے آپ کو عقلمندوں میں شمار نہ کرو کیونکہ جب تو اپنے آپ کو نادان سمجھے گا تو تو دانا بن جائے گا، سب سے زیادہ دانا وہ ہوتا ہے جو یہ جانتا ہے کہ وہ نادان ہے۔

۱۳۔چونکہ سقراط اپنی عظمت کے باوجود کہتا ہے: اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے بعد بڑے بڑے اہل عقل مجھ پر الزام لگائیں گے اور کہیں گے کہ سقراط نے تمام دنیا کے علم کا دعویٰ کیا، تو میں صاف کہہ دیتا کہ میں کچھ نہیں جانتا اور عاجز ہوں لیکن میں ایسا بھی نہیں کہہ سکتا کیونکہ یہ ایک بڑا دعویٰ ہوگا۔

بوشکور بلخی اپنے علم پر ایک شعر میں خود کو سراہتے ہوئے کہتا ہے:

۱۴۔شعر

تا بدآنجا رسید دانش من   کہ بدانم ھمی کہ نادانم

(میری عقلمندی اس مقام تک آپہنچی ہے کہ میں جان گیا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔)

۱۵۔پس اے بیٹے! اپنے علم پر غرور نہ کر۔ بے شک اگر تو دانا ہے، جب بھی کوئی مسئلہ درپیش آئے تو اپنی رائے پر اصرار نہ کر۔ جو اپنی رائے پر اصرار کرتا ہے ہمیشہ پشیمان ہوتا ہے۔ مشورہ کرنے میں عار محسوس نہ کر۔ عقلمند بزرگوں اور مخلص دوستوں سے مشورہ کر۔ حالانکہ محمد مصطفیٰ ﷺ کو خدائے عزوجل نے علم اور نبوت عطا کی تھی پھر بھی اللہ نے انہیں حکم دیا:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (سورۃ آل عمران ۳۔آیت ۱۵۹)

''اور ان سے مشورہ کرو۔''

فرمایا: اے محمد! ان پسندیدہ لوگوں اور اپنے یاروں سے مشورہ کرو کیونکہ تدبیر اور نصرت تمہارے رب کی طرف سے ہے۔

دو لوگوں کی رائے ایک کی طرح نہیں ہوتی، دو آنکھوں سے دیکھنا ایک آنکھ سے دیکھنے کے برابر نہیں ہوتا۔ دیکھ! جب ایک طبیب بیمار ہو جاتا ہے اور بیماری سخت ہوتی ہے تو وہ اپنی معالجت خود نہیں کرتا بلکہ دوسرے طبیب سے مشورہ کرتا ہے چاہے وہ خود کتنا ہی ماہر طبیب ہو۔ اسی طرح اگر تجھے کوئی مشکل پیش آئے تو اپنی جان کی حد تک کوشش کر، اپنے جسم اور مال کی فکر نہ کر۔ اگر کوئی مشکل میں پھنس گیا ہے اور تجھ سے مدد مانگتا ہے تو اس کی مدد کر چاہے وہ دشمن یا حسد کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا کرنے سے اس کی محبت بڑھ جائے گی اور ممکن ہے کہ دشمن دوست بن جائے۔ جو لوگ بات کرنے اور سننے میں ماہر ہیں اور تیرے سلام پر آتے ہیں، ان کی عزت کر اور ان کے ساتھ احسان کرتا کہ وہ تیرے سلام کے حریص ہو جائیں۔ سب سے بدترین شخص وہ ہے جسے کوئی سلام نہ کرے چاہے وہ کتنا ہی علم والا ہو۔ لوگوں کے ساتھ نیک گفتگو کر، بدخو نہ بن۔ بدخو انسان اچھا نہیں ہوتا چاہے کوئی شخص حکیم ہو، اگر وہ بدخو ہو تو اس کی حکمت بے معنی ہو جاتی ہے اور اس کی باتوں میں کوئی رونق نہیں رہتی۔ پس بات کرنے کا طریقہ جان لے کہ وہ کیسے اور کیا ہے اور اللہ سے توفیق کی دعا کر۔

دعائے مغفرت

تلونڈی موسے خان گوجرانوالا سے بھائی ریاض شاہ

گوجرانوالا سے عطاء الرحمٰن کے سسر

بقضائے الٰہی وفات پاگئے ہیں (إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
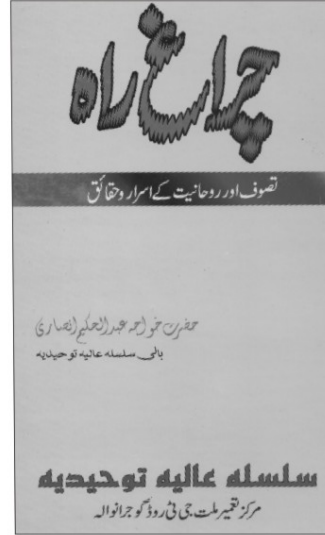
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
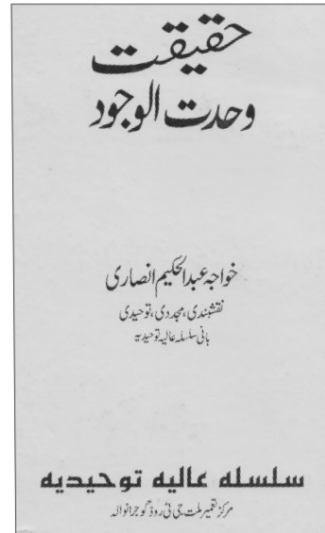
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال و انحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالمِ روحانی کی تشریح، جنت و دوزخ کا محلِ وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امتِ مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
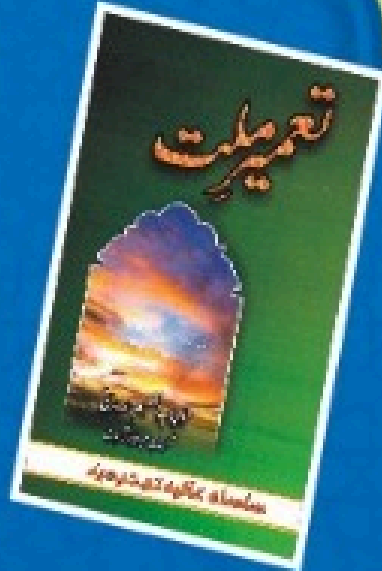
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔
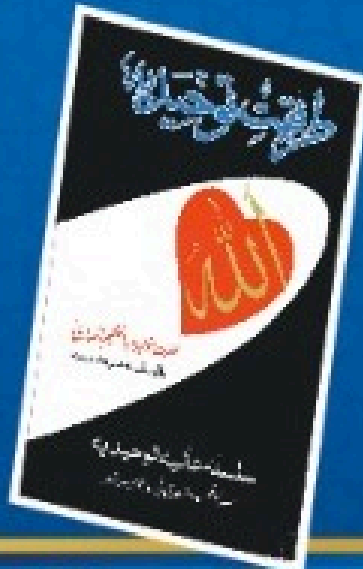
Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com